ربوہ

”مذاہب عالم پر نظر“

سیرۃ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نمبر

دسمبر ۱۹۷۴ء

سالانہ اشتراک

پاکستان — دس روپے
بیرونی ممالک ہوائی ڈاک — اڑھائی پونڈ
بیرونی ممالک بحری ڈاک — سوا پونڈ
اس پرچہ کی قیمت — دو روپے

مدیر مسئول
ابوالعطاء جالندھری

علیک الصلوۃ و علیک السلام

سرور کونین علی اللہ علیہ وسلم کے حضور حضرت میر محمد اسماعیل صاحب مرحوم
کا نذرانہ عقیدت

بدرگاہ ذی شان خیر الانام شفیع الوریٰ مرجع خاص و عام
بصد عجز و منت بصد احترام یہ کرتا ہے عرض آپ کا اک غلام
کہ اے شاہ لولاک عالی مقام
علیک الصلوۃ و علیک السلام

حسینان عالم ہوئے شرمگیں جو دیکھا وہ حسن اور وہ نور جبیں
پھر اس پروہ اخلاق اکمل تریں کہ دشمن بھی کہنے لگے آفریں
زہے خلق اکمل ، زہے حسن تام
علیک الصلوۃ و علیک السلام

خلائق کے دل تھے یقیں سے تہی بتوں نے تھی حق کی جگہ گھیر لی
ضلالت تھی دنیا پہ وہ چھا رھی کہ توحید ڈھونڈے سے ملتی نہ تھی
کیا شرک کا کام تم نے تمام
علیک الصلوۃ و علیک السلام

محبت سے گھائل کیا آپ نے دلائل سے قائل کیا آپ نے
جہالت کو زائل کیا آپ نے شریعت کو کامل کیا آپ نے
بیان کر دئیے سب حلال اور حرام
علیک الصلوۃ و علیک السلام

نبوت کے تھے جس قدر بھی کمال وہ سب آپ میں جمع ھیں لامحال
صفات جمال اور صفات جلال ھر اک رنگ ھے بس عدیم المثال
لیا عفو سے ظلم کا انتقام
علیک الصلوۃ و علیک السلام

وفا اور حیا اور مظہر مذاق شجاعت ، سخاوت ، مروت میں طاق
سوار جہانگیر یکران براق کہ بگذشت از قصر نیلی رواق
محمد ھی نام اور محمد ھی کام
علیک الصلوۃ و علیک السلام

علمدار عشاق ذات یگاں سپہدار افواج قدوسیاں
معارف کا اک قلزم بیکراں افاضات میں زندۂ جاوداں
پلا ساقیا وصل دلبر کا جام
علیک الصلوۃ و علیک السلام

(الفضل ۱۲ جون ۱۹۲۸ء)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صلّی اولیٰ کا زریں اصل

کسی بنظرِ یار صد یقیے نہ شد

تا منظرِ غیر زندہ یقیے نہ شد

ماہنامہ

الفرقان ربوہ

جلد ۲۴ ـــــ شمارہ ۱۲

دسمبر ۱۹۷۴ء

ذوالقعدہ، ذوالحجہ ۱۳۹۴ھ

فتح ۱۳۵۳ ہجری شمسی

ـــ ★ ـــ

مدیر مسئول

ابوالعطاء جالندھری

ـــ ★ ـــ

مجلسِ تحریر

صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب ربوہ

خان بشیر احمد صاحب رفیق ـ لندن

مولوی دوست محمد صاحب شاہد ربوہ

مولوی عطاء المجیب صاحب راشد ـ ربوہ

ـــ ★ ـــ

قیمت :

دو روپے

ـــ ★ ـــ

الفہرست

اداریہ

سب رسُولوں سے افضل رسُول صلی اللہ علیہ وسلم

سیّد حضرت خاتم النبیّین کے دس امتیازات

ہمارے آقا سیّد الاوّلین والآخرین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح اپنی لائی ہوئی شریعت الٰہیہ اور تعلیمات دینیہ میں یگانہ و منفرد ہیں۔ اسی طرح آپ کی سیرت، آپ کے عادات و اعمال بھی بے نظیر اور بے مثال ہیں۔ آپ نے انسانیت کو وہ کچھ دیا جو نہ پہلے کسی نے دیا تھا اور نہ آئندہ کوئی دے سکتا ہے۔ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ اوّلین و آخرین سبھی آپ کے فیضان اور آپ کی برکات کے ریزہ خور ہیں۔ سب نے آستانہ محمدیؐ سے ہی اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو پایا ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ہمارے آقا و مطاع صلی اللہ علیہ وسلم کو **خاتم النبیین** قرار دیا اور آپ کی شان میں فرمایا **اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ** کہ اخلاق و کردار کی وہ بلندی آپ کو حاصل ہے جس سے بالاتر متصور نہیں۔

اس سلسلہ میں ہم ذیل میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دس **خصوصی امتیازات** کا مختصر ذکر کرتے ہیں:۔

پہلا امتیاز:۔ جملہ انبیاء و مرسلین علیہم السلام میں آپ اس امر میں یکتا و منفرد ہیں کہ آپ کی زندگی تاریخی زندگی ہے۔ آپ کے حالات محفوظ ہیں دوستوں اور دشمنوں نے آپ کے واقعات زندگی کو قلمبند کیا ہے۔ ہندو دھرم کے بانی رشیوں کے ناموں تک میں اختلاف ہے۔ کوئی اگنی، وایو، آدت اور انگرا کو **الہامی رشی** قرار دیتا ہے اور کوئی انہیں محض استعارہ ٹھہراتا ہے۔ تفصیلی حالات کا تو سوال ہی کیا ہے۔ حضرت مسیح کے چند واقعات زندگی کے سوا باقی تمام امور نامعلوم قرار پا چکے ہیں اور مسیحیوں نے تینتیس سال کی عمر میں انہیں آسمان پر چڑھا دیا ہے ہمارے آقا محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی **تریسٹھ سالہ زندگی** تمام انسانوں کے لئے **کھلی کتاب** ہے۔ جس زندگی کے محفوظ لمحے اور واقعات حیات کے تاریخی حیثیت حاصل کرنے کے لحاظ سے حضرت خاتم النبیین کا وجود باجود نبیوں میں بے مثال ہے۔

دوسرا امتیاز:۔ معلوم زندگی ہونے کے علاوہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو **زندگی کی جامعیت** کا امتیاز بھی حاصل ہے آپ نے انسانوں کی زندگی کے تمام ادوار میں نمونہ قائم فرمایا ہے۔ **یتیمی** سے لے کر **شہنشاہیت** تک کے جملہ حالات آپ پر وارد ہوئے بچپن، جوانی اور بڑھاپا سب دور آپ پر آئے آپ نے شادیاں بھی کیں۔ آپ کی لڑکیاں بھی تھیں اور لڑکے بھی تھے دوستوں اور دشمنوں سب سے آپ کو پالا پڑا۔ امن کا زمانہ بھی آپ پر آیا اور خوفناک جنگوں کے مواقع بھی پیدا ہوئے۔ آپ نے معاہدات بھی کئے جنگیں بھی کیں۔ آپ کو شکست بھی ہوئی اور دشمنوں پر غلبہ بھی حاصل ہوا غرض انسانی زندگی کے ہر دور میں سے آپ گزرے اور آپ نے سب انسانوں کے لئے رہتی دنیا تک **بہترین اسوہ** قائم فرمایا زندگی کی یہ **جامعیت** بھی حضرت خاتم النبیین کا امتیاز ہے۔

تیسرا امتیاز:۔ پہلے نبی اپنی اپنی قوم کے لئے آئے تھے۔ ان کا زمانہ محدود ہوتا تھا۔ بھارت ورش کے رشی

صرف آریہ ورت کے لئے آتے تھے۔ حضرت موسیٰ اور دوسرے اسرائیلی انبیاء بنی اسرائیل کے لئے آئے تھے حضرت مسیح نے صاف طور پر کہہ دیا تھا کہ "میں اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا" (متی ۱۵/۲۴) لیکن حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سارے انسانوں، ساری قوموں اور سارے زمانوں کے لئے تھی۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا۔

"قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا" (اعراف ع ۲۰) کہ اعلان کر دو کہ اے تمام انسانو! میں تم سب کی طرف اللہ تعالیٰ کا پیغامبر ہوں۔ تم سب کو مجھ پر ایمان لانا ضروری ہے پس یہ **عالمگیر بعثت** بھی ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک امتیاز ہے۔

چوتھا امتیاز:- یوں تو ہر نبی روحانی طور پر زندہ ہے لیکن ہر زمانہ میں اپنی **تاثیرات قدسیہ اور عرفانی فیض رسانی** کے لحاظ سے ایک نبی ہمیشہ کے لئے **زندہ** ہے اور وہ ہمارے سید و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ "قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ" (آل عمران ع۴) کہ اے رسول! تو کہہ دے کہ لوگو! اگر تم اللہ تعالیٰ کے محبوب بننا چاہتے ہو تو آؤ میری پیروی کرو تم اللہ تعالیٰ کے محبوب بن جاؤ گے۔

اپنے اپنے قومی دائرہ میں اپنے اپنے وقت میں تو ہر نبی اس مقام پر فائز تھا لیکن تمام اقوام کے لئے اور سارے زمانوں میں یہ مقام صرف حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے۔ جس کا ثبوت حسب منطوق آیت کریمہ "تُؤْتِي أُكُلَهَا كُلَّ حِينٍ بِإِذْنِ رَبِّهَا" (ابراہیم ع ۴) **شجرہ طیبہ محمدیہ** کے ہر زمانے کے **تازہ پھلوں** سے ملتا رہتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ محبوبان الٰہی کے جملہ درجات و مراتب محمد عربی صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں ہر زمانہ میں حاصل ہوتے رہے ہیں۔ اور آج بھی حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے وجود میں یہ **تازہ برہان** موجود ہے پس حضرت خاتم النبیین اپنی ہمہ گیر فیض رسانی کے لحاظ سے **زندہ نبی** ہونے میں مخصوص امتیاز رکھتے ہیں۔

پانچواں امتیاز:- نبیوں کو اللہ تعالیٰ مبعوث کرتا ہے۔ اس لئے اُن کی صفات و مراتب کو صحیح طور پر وہی جانتا ہے۔ ع

"قدر زر زرگر بداند یا بداند جوہری"

ہمارے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ آپ کا ذکر ابتدائے آفرینش سے کتب سماویہ میں ہوتا آیا ہے اللہ تعالیٰ آپ کے بارے میں نبیوں کو خبر دیتا رہا اور ہر نبی اپنی اپنی امت کو اس **موعود اعظم** پر ایمان لانے کی تاکید کرتا رہا ہے وید ہو یا ژند و وستا۔ تورات ہو یا زبور و انجیل سب آسمانی صحیفے اپنے اندر حضرت خاتم النبیین کی تفصیلی خوشخبریاں آج تک محفوظ کئے ہوئے ہیں۔ ان کتابوں میں آپ کے حلیہ کا ذکر بھی ہے اور آپ کے اخلاق اور آپ کی سیرت کا بیان بھی ہے۔ یہ بڑا تفصیلی مضمون ہے۔ ساری پیشگوئیوں کا ذکر ایک ضخیم کتاب کا مقتضی ہے ہم اس جگہ بائیبل کے آخری صحیفہ **مکاشفہ یوحنا** کی صرف ایک پیشگوئی کا بطور مثال اجمالاً ذکر کرتے ہیں۔ لکھا ہے:-

"ایک سفید گھوڑا ہے اور اس پر ایک سوار ہے جو سچا اور برحق ہے اور وہ راستی کے ساتھ انصاف اور لڑائی کرتا ہے اور اس کی آنکھیں آگ کے شعلے اور اس کے سر پر بہت سے تاج ہیں...... آسمان کی فوجیں سفید گھوڑوں پر سوار اور سفید اور صاف مہین کتانی کپڑے پہنے ہوئے اس کے پیچھے پیچھے ہیں اور قوموں کے مارنے کے لئے اس کے منہ سے ایک تیز تلوار نکلتی

ہے اور وہ لوہے کے عصا سے ان پر حکومت کرے گا۔ اور قادرِ مطلق خدا کے سخت غضب کی مَے کے حوض میں انگور روندے گا اور اُس کی پوشاک اور ران پر یہ نام لکھا ہوا ہے **بادشاہوں کا بادشاہ اور خداوندوں کا خداوند۔**"

(مکاشفہ یوحنا $\frac{19}{16-11}$)

قرآن مجید نے مختلف آیات میں رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے اس امتیاز کا ذکر فرمایا ہے۔

چھٹا امتیاز:۔ جس طرح رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بے مثال تزکیہ نفس کی قوت عطا ہوئی اسی طرح حضورؐ کا ایک امتیاز یہ بھی ہے کہ آپؐ کو اس قوتِ قدسیہ سے متاثر ہونے والے **بے نظیر صحابہؓ** بھی ملے۔ تاریخ گواہ ہے کہ حضرت موسیٰؑ کے ساتھیوں نے مشکل گھڑی میں ان کا ساتھ دینے سے انکار کر دیا اور حضرت عیسیٰؑ کے حواریوں نے آزمائش کے وقت انہیں چھوڑ دیا مگر ہمارے آقا صلے اللہ علیہ وسلم کے تربیت یافتہ صحابہؓ آخری کامیابی تک آپؐ کے ساتھ رہے۔ ہر قربانی خندہ پیشانی سے پیش کی اور ہمیشہ آپؐ کے دائیں اور بائیں اپنی جانیں نچھاور کرتے رہے۔ حتیٰ کہ دشمن بھی پکار اُٹھے کہ جیسے صحابہؓ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ملے ہیں، دنیا میں کسی اور نبیؑ کو نہیں ملے۔ حضرت موسیٰؑ کی معرفت صحابہؓ کے بارے میں پہلے سے یوں خبر دی گئی تھی کہ:۔

"دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آیا اور اُس کے داہنے ہاتھ ایک آتشی شریعت اُن کے لئے تھی۔ ہاں وہ اس قوم سے بڑی محبت رکھتا ہے اس کے سارے مقدس تیرے ہاتھ میں ہیں اور وہ تیرے قدموں کے نزدیک بیٹھے ہیں اور تیری باتوں کو مانیں گے۔" (استثنا $\frac{33}{3-2}$)

ساتواں امتیاز:۔ حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے **ذاتی کمالات** کے لحاظ سے یہ امتیاز حاصل ہے کہ آپؐ جملہ نبیوںؑ کی خوبیوں کو بہترین رنگ میں اپنانے والے ہیں۔ ہر نبیؑ اپنے اپنے خاص کمال میں اپنے اپنے وقت میں منفرد تھا۔ حضرت خاتم النبیین جملہ نبیوںؑ کے جملہ کمالات میں سب زمانوں کے لئے منفرد اور یگانہ ہیں۔ حضرت نوحؑ کا خاص کمال تبلیغ ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کا خاص کمال اتمام محبت کا بہترین انداز ہے۔ حضرت موسیٰؑ کا خاص کمال مظلوموں کی مخلصی ہے۔ حضرت یوسفؑ کا خاص کمال خطرناک تحریک کے باوجود عفت اختیار کرنا ہے۔ حضرت عیسیٰؑ کا خاص کمال صبر و حلم ہے۔ غرض ہر نبیؑ اپنے خاص کمال میں اپنے وقت میں یگانہ تھا لیکن **محمدؐ** (سب خوبیوں کا جامع اور ہمیشہ کے لئے قابلِ تعریف وجود) کا امتیاز یہ ہے کہ وہ جملہ نبیوںؑ کے جملہ کمالات کو انتہائی طور پر اپنا کر ہمیشہ کے لئے بے نظیر و بے مثال قرار پائے ؎

حُسنِ یوسفؑ۔ دمِ عیسیٰؑ۔ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری۔

آٹھواں امتیاز:۔ رسولِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی صفاتِ الٰہیہ کی **کامل مظہر** ہے۔ انسانیت کی کامل استعداد آپؐ کو عطا ہوئی اور اللہ تعالیٰ کی صفات کو اپنے ظرف کے مطابق کامل عشق کے رنگ میں اپنانے کا آپؐ کو موقعہ میسر آیا۔ اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کی یاد اور ان کا ذکر ہر گھڑی آپؐ کے دل میں اور آپؐ کی زبان پر رہتا تھا۔ اسی لئے قریشِ مکہ پکار اُٹھے تھے "عَشِقَ مُحَمَّدٌ رَبَّهُ" کہ آپؐ خدا کے عشق میں مخمور رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی کامل مظہریت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے۔ "ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى" (النجم ع) کہ آپؐ خدا کے انتہائی قریب ہو کر اصلاحِ خلق کے لئے مامور ہوئے اور دو کمانوں

کے اتصال کے مقام پر پہنچ گئے۔ اسی کامل مطہریت کی بنیاد پر آپ کو مبارک نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم عطا ہوا جو آسمانوں اور زمینوں میں آج اور ہمیشہ کے لئے قابل ستائش وجود ہونے پر دلالت کرتا ہے۔

تاریخی واقعات سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عالم تکوین میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو غیر معمولی مقام عطا فرمایا ہے بطور مثال جنگ بدر کا واقعہ "وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى" (انفال ع ۲) پیش کیا جاسکتا ہے اسی کامل مطہریت کی بشارت دینے کے لئے کتب سابقہ میں آپ کی آمد کو خدا وند تعالیٰ کی آمد قرار دیا گیا تھا۔

نواں امتیاز:۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی کامل شریعت عطا فرمائی جو آپ کا دائمی معجزہ ہے۔ قرآن مجید اخلاق و تمدن کی اعلیٰ ترین تعلیمات پر مشتمل ہے۔ ایک زندہ اور عالمگیر زبان میں نازل ہوا ہے اس کی حفاظت کا ہمیشہ کے لئے اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے رہتی دنیا تک ساری نسل انسانی اس کی مثل لانے سے قاصر رہے گی۔ اس زندہ کتاب میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرۃ کو محفوظ کر دیا گیا۔ اور اعلان کیا گیا۔ وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ (القلم ع) ان اخلاق کو سب لوگوں کے لئے اسوہ قرار دیا گیا۔ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (احزاب ع ۳) گویا آپ کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ آپ کا اخلاقی نمونہ ہمیشہ کے لئے زندہ اور محفوظ ہے اور اس کی تبلیغ کے لئے آپ کو بہترین امت دی گئی فرمایا۔ كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آل عمران ع ۱۲) اے مسلمانو! تم بہترین امت ہو جنہیں تمام بنی نوع انسان کے فائدہ کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ تم امر بالمعروف کرتے ہو اور لوگوں کو برائیوں سے روکتے ہو۔

دسواں امتیاز:۔ ہمارے سید و مولیٰ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک بڑا امتیاز یہ حاصل ہے کہ آپ کے لاکھوں کروڑوں امتی ہر گھڑی زمین کے ہر حصہ میں آپ پر **دُرُود** بھیج رہے ہیں۔ **دُرُود** کیا ہے؟ وہ محبت بھرے دلوں کی بارگاہ رب العزت میں عاجزانہ التجا ہے کہ اے اللہ تو ہمارے محبوب اور محسن آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے درجات اور بلند فرما اور آپ کی قبولیت کو اور بڑھا۔ دنیا میں کوئی ایسا نبی نہیں گزرا جس کی امت اس کے نام کی تقدیس کا اس طرح اعلان کرتی ہو جس طرح مسلمان اکناف عالم میں ہر مسجد میں اور ہر مقام پر اذانوں میں اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ کی ندا بلند کرتے ہیں اور نہایت محبت اور اخلاص کے ساتھ اپنی دعاؤں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے درجات کی رفعت اور بلندی کے لئے التجا کرتے ہیں۔ آپ کی امت کا یہ تحفہ ہر گھڑی آپ کو پہنچ رہا ہے اور آپ کی شان ہر لحظہ بلند سے بلند تر ہو رہی ہے۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰى نَبِيِّكَ وَصَفِيِّكَ وَحَبِيْبِكَ دَائِمًا اَبَدًا۔ آمین۔

ختم نبوت کا عقیدہ رحمانی اور برحق ہے۔

ہفت روزہ المنبر لائل پور کے معاند سلسلہ مدیر نے اپنی تازہ اشاعت ۵ دسمبر میں صفحہ ۱۹ پر حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام پر ختم نبوت کے عقیدہ کو لعنتی اور شیطانی قرار دینے کا جھوٹا بے بنیاد اور شرمناک الزام لگایا ہے اس پر ہم لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ کہتے ہیں۔ تفصیل کے لئے آئندہ شمارہ ملاحظہ فرمائیے!

(ایڈیٹر)

شانِ خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کی پچیس ۲۵ تحریرات

۱۔ "جو لوگ قرآن کو عزت دیں گے وہ آسمان پر عزت پائیں گے جو لوگ ہر ایک حدیث اور ہر ایک قول پر قرآن کو مقدم رکھیں گے ان کو آسمان پر مقدم رکھا جائیگا نوعِ انسان کے لئے روئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن۔ اور تمام آدم زادوں کے لئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سو تم کوشش کرو کہ سچی محبت اس جاہ و جلال کے نبی کے ساتھ رکھو اور اس کے غیر کو اس پر کسی نوع کی بڑائی مت دو تا آسمان پر تم نجات یافتہ لکھے جاؤ۔"
(کشتی نوح صفحہ ۲۴)

۲۔ "مَیں جناب خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا قائل ہوں اور جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اس کو بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔ ایسا ہی مَیں ملائکہ اور معجزات لیلۃ القدر وغیرہ کا قائل ہوں۔" (تقریر واجب الاعلان صفحہ ۲ مطبوعہ ۱۸۹۱ء)

۳۔ ہمارا اعتقاد جو ہم دنیوی زندگی میں رکھتے ہیں جس کے ساتھ ہم بفضل و توفیق باری تعالیٰ اس عالمِ گذران سے کوچ کریں گے یہ ہے کہ حضرت سیدنا و مولانا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین و خیر المرسلین ہیں جن کے ہاتھوں سے اکمالِ دین ہو چکا اور وہ نعمت بمرتبہ اتمام پہنچ چکی جس کے ذریعہ سے انسان راہِ راست کو اختیار کر کے خدا تعالیٰ تک پہنچ سکتا ہے۔"
(ازالہ اوہام حصہ اول ص۱۳۷ مطبوعہ ۱۸۹۱ء)

۴۔ "اور ہمارا اعتقاد ہے کہ ہمارے رسول (سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) تمام رسولوں سے بہتر اور سب رسولوں سے افضل اور خاتم النبیین ہیں۔ اور افضل ہیں ہر ایسے انسان سے جو آئندہ آئے یا جو گزر چکا ہو۔"
(آئینہ کمالاتِ اسلام ص۳۸۷ مطبوعہ ۱۸۹۳ء)

۵۔ "وہ مبارک نبی حضرت خاتم الانبیاء، امام الاصفیاء، ختم المرسلین، فخر النبیین جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اے پیارے خدا اس پیارے نبی پر وہ رحمت اور درود بھیج جو ابتدائے دنیا سے تو نے کسی پر نہ بھیجا ہو۔" (اتمام الحجہ ص۲۸ مطبوعہ ۱۸۹۴ء)

۶۔ "مجھ کو خدا کی عزت و جلال کی قسم کہ مَیں مسلمان ہوں اور ایمان رکھتا ہوں اللہ تعالیٰ پر اور اس کی کتابوں پر اور تمام رسولوں اور تمام فرشتوں اور مرنے کے بعد زندہ کئے جانے پر اور مَیں ایمان رکھتا ہوں اس پر کہ ہمارے رسول حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم تمام رسولوں سے افضل اور خاتم الانبیاء ہیں۔"
(حمامۃ البشریٰ ص۸ مطبوعہ ۱۸۹۴ء)

۷- "درود و سلام تمام رسولوں سے بہتر اور تمام برگزیدوں سے افضل محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر کہ خاتم الانبیاء اور شفیع المذنبین اور تمام اولین و آخرین کے سردار ہیں اور آپؐ کی آل پر کہ طاہر و مطہر ہیں اور آپؐ کے اصحابؓ پر کہ حق کا نشان اور اللہ کی حجت ہیں اہلِ ایمان کے لئے۔" (انجام آتھم صفحہ ۶۲ مطبوعہ ۱۸۹۶ء)

۸- "اگر دل سخت نہیں ہوگئے تو اس قدر دلیری کیوں ہے کہ خواہ نخواہ ایسے شخص کو کافر بنایا جاتا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حقیقی معنے کی رُو سے خاتم الانبیاء سمجھتا ہے۔ اور قرآن کو خاتم الکتب تسلیم کرتا ہے۔ تمام نبیوں پر ایمان لاتا ہے اور اہلِ قبلہ ہے اور شریعت کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام سمجھتا ہے۔"
(سراج منیر۔ صفحہ ۵ مطبوعہ ۱۸۹۷ء)

۹- "ہم اس بات پر ایمان لاتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں۔"
(ایام الصلح صفحہ ۸۶/۸۷ مجریہ ۱۸۹۹ء)

۱۰- "عقیدے کی رُو سے جو خدا تم سے چاہتا ہے۔ وہ یہی ہے کہ خدا ایک اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کا نبی ہے اور وہ خاتم الانبیاء ہے۔ اور سب سے بڑھ کر ہے۔" (کشتی نوحؑ صفحہ ۱۵ مطبوعہ ۱۹۰۲ء)

۱۱- ایک وہ زمانہ تھا کہ انجیل کے واعظ بازاروں اور گلیوں اور کوچوں میں نہایت دریدہ دہنی اور سراسر افترا سے ہمارے سید و مولیٰ خاتم الانبیاء اور افضل الرسل والاصفیاء اور سید المعصومین والاتقیاء حضرت محبوب جناب احدیت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت یہ قابلِ شرم جھوٹ بولا کرتے تھے کہ جنابؐ سے کوئی پیشگوئی یا معجزہ ظہور میں نہیں آیا۔ اور اب یہ زمانہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے علاوہ اُن ہزار ہا معجزات کے جو ہمارے سرور و مولیٰ شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن شریف اور احادیث میں اس قدر کثرت سے مذکور ہیں جو اعلیٰ درجہ کے تواتر پر ہیں۔ تازہ بتازہ صدہا نشان ایسے ظاہر فرمائے کہ کسی مخالف اور منکر کو اُن کے مقابلہ کی طاقت نہیں۔"
(تریاق القلوب صفحہ ۴۰۔ مجریہ ۱۹۰۲ء)

۱۲- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء ٹھہرایا گیا۔ جس کے یہ معنے ہیں کہ آپؐ کے بعد براہ راست فیوضِ نبوت منقطع ہو گئے اور اب کمالِ نبوت صرف اسی شخص کو ملے گا۔ جو اپنے اعمال پر اتباعِ نبویؐ کی مُہر رکھتا ہوگا۔ اور اس طرح پر وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بیٹا اور آپؐ کا وارث ہوگا۔"
(ریویو بر مباحثہ بٹالوی و چکڑالوی صفحہ ۶/۷ مطبوعہ ۱۹۰۲ء)

۱۳- "ہم مسلمان ہیں ایمان رکھتے ہیں خدا تعالیٰ کی کتاب فرقانِ حمید پر اور ایمان رکھتے ہیں کہ ہمارے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے نبی اور اس کے رسول ہیں اور وہ سب دینوں سے بہتر دین لائے اور ہم ایمان رکھتے ہیں کہ آپؐ خاتم الانبیاء ہیں۔"
(مواہب الرحمٰن صفحہ ۶۶ مطبوعہ ۱۹۰۳ء)

۱۴- "اب بجز محمدی نبوت کے سب نبوتیں بند ہیں شریعت والا نبی کوئی نہیں آسکتا اور بغیر شریعت کے نبی ہو سکتا ہے مگر وہی جو پہلے اُمتی ہو۔"
(تجلیات الٰہیہ صفحہ ۲۶ مطبوعہ ۱۹۰۶ء)

۱۵- "اللہ جل شانہٗ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو

صاحب خاتم بنایا یعنی آپ کو افاضۂ کمال کے لئے مُہر دی جو کسی اور نبی کو ہرگز نہیں دی گئی۔ اسی وجہ سے آپ کا نام خاتم النّبیین ٹھہرا یعنی آپ کی پیروی کمالاتِ نبوت بخشتی ہے اور آپ کی توجہ روحانی نبی تراش ہے اور یہ قوتِ قدسیہ کسی اور نبی کو نہیں ملی"

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۹۷ حاشیہ مطبوعہ ۱۹۰۷ء)

۱۶۔ "خدا اس شخص سے پیار کرتا ہے جو اس کی کتاب قرآن شریف کو اپنا دستور العمل قرار دیتا ہے اور اس کے رسول حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو درحقیقت خاتم الانبیاء سمجھتا ہے"

(چشمہ معرفت صفحہ ۳۲۴ مطبوعہ ۱۹۰۸ء)

۱۷۔ "ہم اس آیت پر سچا اور کامل ایمان رکھتے ہیں جو فرمایا وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ"

(ایک غلطی کا ازالہ مطبوعہ ۱۹۰۱ء)

۱۸۔ "ہمارا ایمان ہے کہ ہمارے سیّد و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلّی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور ہم فرشتوں اور معجزات اور تمام عقائد اہلسنّت کے قائل ہیں۔"

(کتاب البریہ حاشیہ صفحہ ۸۳ مطبوعہ ۱۸۹۸ء)

۱۹۔ "آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم خاتم النّبیین ہیں۔ اور قرآن شریف خاتم الکتب۔"

(پیغام امام صفحہ ۳۰ لیکچر ۱۹۰۵ء)

۲۰۔ "مجھ پر اور میری جماعت پر یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ ہم رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النّبیین نہیں مانتے یہ ہم پر افترائے عظیم ہے۔ ہم جس قوت، یقین و معرفت اور بصیرت کے ساتھ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء مانتے اور یقین کرتے ہیں اس کا لاکھواں حصّہ بھی وہ لوگ نہیں مانتے۔"

(الحکم ۱۷ مارچ ۱۹۰۵ء)

۲۱۔ "قرآن میں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء ٹھہرایا گیا۔"

(اربعین نمبر ۲ صفحہ ۲۴ مطبوعہ ۱۹۰۰ء)

۲۲۔ "پانچواں ہزار نیکی اور ہدایت کے پھیلنے کا ہے وہ ہزار ہے جس میں ہمارے سیّد و مولیٰ ختمی پناہ حضرت محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم دنیا کی اصلاح کے لئے مبعوث ہوئے۔" (لیکچر لاہور صفحہ ۲۷ مطبوعہ ۱۹۰۴ء)

۲۳۔ "ہمارے رسول صلّی اللہ علیہ وسلم خاتم النّبیین ہیں۔"

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۹۶ مطبوعہ ۱۹۰۷ء)

۲۴۔ "تمام تعریفیں خدا کے لئے ثابت ہیں جو تمام عالموں کا پروردگار ہے اور درود و سلام اس کے نبیوں کے سردار پر جو اس کے دوستوں میں سے برگزیدہ اور اس کی مخلوقات میں سے پسندیدہ اور خاتم الانبیاء اور فخر الاصفیاء ہے۔ ہمارا سیّد، ہمارا امام، ہمارا نبی محمد مصطفیٰؐ۔ جو زمین کے باشندوں کے دل روشن کرنے کے لئے خدا کا آفتاب ہے۔"

(نور الحق صفحہ ۱ مطبوعہ ۱۸۹۴ء)

۲۵۔ "مجھے اللہ جلّ شانہٗ کی قسم ہے کہ مَیں کافر نہیں۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ میرا عقیدہ ہے اور وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ پر آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کی نسبت میرا ایمان ہے۔"

(کرامات الصادقین صفحہ ۲۵ مطبوعہ ۱۸۹۴ء)

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی

پہلے ترپن ۵۳ سال (یعنی ہجرت تک) کا اجمالی خاکہ

محترم جناب مرزا عبد الحق صاحب ایڈووکیٹ صوبائی امیر جماعت ہائے احمدیہ سرگودھا

ہمارے محبوب و پیارے آقا حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اس زندگی کا اجمالی خاکہ دینے سے پہلے آپ کے جد امجد ابو الانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کا کسی قدر ذکر کرنا بھی مناسب ہے جنہوں نے اپنے بڑے بچے حضرت اسمٰعیلؑ کو مکہ میں آباد کیا اور ان کی نسل سے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت مبارکہ کے لئے دعا فرمائی اور اس کے مطابق اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو بھیجا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام

حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے۔ آپ کے قریباً ایک ہزار سال بعد یعنی اب سے قریباً اکتالیس سو سال قبل عراق میں پیدا ہوئے اور پھر مصر وغیرہ پھرتے ہوئے جنوبی فلسطین میں آباد ہوئے۔ آپ کی تین بیویاں تھیں۔ سارہ۔ ہاجرہ اور قطورا۔ موخر الذکر کے حالات تو محفوظ نہیں لیکن سارہ آپ کے رشتہ داروں میں سے تھی اور ہاجرہ مصر کی شہزادیوں میں سے۔ آپؑ کا پہلا لڑکا اسمٰعیلؑ ہاجرہ سے پیدا ہوا اور دوسرا لڑکا اسحاق سارہ سے۔ یہ دونوں لڑکے آپ کے بڑھاپے میں پیدا ہوئے جبکہ آپ کی عمر نوے سال سے اوپر تھی۔ ان کے متعلق خدا کی طرف سے بڑی برکتوں کے وعدے تھے۔

حضرت اسمٰعیلؑ کو مکہ میں آباد کرنا

حضرت اسماعیلؑ ابھی بچہ ہی تھے کہ سارہ نے از روئے بائیبل کسی بات سے ناراض ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے اصرار کیا کہ وہ حضرت اسماعیلؑ اور ان کی والدہ کو کسی اور جگہ چھوڑ آئیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر یہ بہت بوجھل تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے بھی آپؑ کو فرمایا کہ وہ ایسا ہی کریں کیونکہ اس نے اس لڑکے سے ایک قوم بنانی ہے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت ہاجرہ اور حضرت اسمٰعیلؑ کو ساتھ لے کر سینکڑوں میل کا سفر طے کر کے مکہ چھوڑ آئے جو اس وقت ایک بے آب وگیاہ وادی تھی اور وہاں کوئی آبادی نہ تھی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام جب ان دونوں کو چھوڑ کر واپس ہوئے تو ہاجرہ حیران ہو گئیں اور دریافت کیا کہ کیا آپؑ ہمیں چھوڑ کر چلے جائیں گے؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام بہت رقیق القلب تھے۔ وہ کوئی جواب نہ دے سکے۔ حضرت ہاجرہ نے پھر پوچھا لیکن حضرت ابراہیمؑ خاموشی سے واپس ہوتے رہے۔ یہاں تک کہ ایک موڑ

پر پہنچے اور نظر سے اوجھل ہونے لگے۔ تب حضرت ہاجرہ نے کہا۔ کیا آپؑ ہمیں خدا تعالیٰ کے حکم سے چھوڑ چلے ہیں۔ آپؑ نے صرف سر ہلا کر فرمایا۔ ہاں! اس پر حضرت ہاجرہ نے فرمایا کہ تب ہمیں اللہ تعالیٰ ہرگز ضائع نہیں کرے گا۔ اور واقعی خدا نے انہیں ضائع نہیں کیا۔ ایک کمزور عورت کا ایسے حالات میں کہ کوئی اس کی حفاظت کرنے والا نہ تھا اور ایک چھوٹا سا بچہ بھی اس کی حفاظت کا محتاج تھا۔ یہ جواب دینا سنہری حروف سے لکھے جانے کے قابل ہے۔ اس عورت کے دل میں خدا تعالیٰ پر کس قدر زبردست ایمان تھا جس نے اس بے بسی کی حالت میں اس کے منہ سے یہ الفاظ نکلوائے۔

حضرت ہاجرہ کی سعی

حضرت ابراہیم علیہ السلام ان دونوں کے لئے کچھ کھجوریں اور ایک مشکیزہ پانی چھوڑ گئے۔ جب وہ پانی ختم ہو گیا تو اسماعیلؑ پیاس سے رونے اور چلانے لگے اور ان کی والدہ گھبراہٹ کی حالت میں صفا اور مروہ کی پہاڑیوں پر پانی کی تلاش میں دوڑنے لگیں لیکن کہیں پانی نظر نہ آیا۔ انھوں نے اس طرح سے ان دونوں پہاڑوں کے درمیان سات چکر لگائے اور اس کی یاد میں اب حاجی وہاں سات مرتبہ سعی کرتے ہیں۔ تب خدا کی قدرت کا ہاتھ ظاہر ہوا اور روتے ہوئے اسمٰعیلؑ کی ایڑی سے یا کسی فرشتہ کے ذریعہ سے ایک چھوٹا سا پتھر اپنی جگہ سے ہٹا اور اس کے نیچے سے پانی نکل آیا جو بہنا شروع ہو گیا۔ ہاجرہ نے اس کو گھیر کر ایک حوض کی شکل دے دی۔ اس پانی کو دیکھتے ہوئے قبیلہ جرہم وہاں آکر آباد ہو گیا۔

قربانی

کچھ عرصہ بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام مکہ دوبارہ تشریف لائے تو ایک رویاء کی بنا پر حضرت اسماعیلؑ کو جو ابھی بارہ تیرہ سال کے تھے اللہ تعالیٰ کے لئے ذبح کر دینے کا ارادہ کر لیا۔ حضرت اسماعیلؑ بھی اس کے لئے رضامند ہو گئے لیکن آپؑ نے اسمٰعیلؑ کو لٹا لیا اور ذبح کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اے ابراہیم! تو نے اپنی رویاء کو پورا کر دیا۔ اب اس کی جگہ ایک مینڈھے کی قربانی دے دو۔ ہم تیری قربانی کو آئندہ آنے والی نسلوں میں قائم رکھیں گے۔ درحقیقت اس رویاء کا منشاء تو بچے کو اور اس کی والدہ کو اس لق و دق جنگل میں چھوڑ آنے سے ہی پورا ہو جاتا تھا لیکن آپؑ کی نسل میں ایک ایسے وجود کے آنے سے جس نے اللہ تعالیٰ کے لئے قربانی کو انتہا تک پہنچایا اور اس کی امت بھی اسی رنگ میں رنگی گئی۔ یہ رویاء بدرجہ اتم پوری ہونے والی تھی۔ اس وقت تک چونکہ انسانی قربانی کی ممانعت نہ ہوئی تھی۔ اس لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسے ظاہری شکل میں ہی پورا کرنا چاہا۔ یہ قربانی اپنے اندر عجیب عظمت رکھتی تھی۔ ایک بوڑھا باپ اتنی دعاؤں کے بعد ایک بچہ پاتا ہے اور پھر محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے اسے اپنے ہاتھ سے ذبح کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے اور وہ بچہ بھی اللہ تعالیٰ کی رضا کے آگے جھک جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بھی اس قربانی کی کتنی قدر کی کہ ہمیشہ ہمیش کے لئے اس کی یاد کو تازہ رکھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک ولادت

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی ذریت میں عظیم الشان نبی کے پیدا ہونے کے لئے دعا کی تھی۔ حضورؐ کی مبارک ولادت ۹ ربیع الاول مطابق ۲۰ اپریل ۵۷۱ء پیر کے دن ہوئی۔ تاریخ بتاتی ہے کہ اس وقت آسمان پر کثرت

کے ساتھ ثبوت سے ثوتے۔ حقیقی اور غیر معمولی علامتوں کا ظاہر ہونا بھی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ اس وقت دنیا میں وہ انسان آیا جو دنیا کا سب سے بڑا محسن ثابت ہوا اور انسانوں اور ان کے خدا کے درمیان سب سے بڑا واسطہ جو حسن اور احسان میں سب اولین اور آخرین سے بڑھ گیا اور ایسے مقام پر پہنچا کہ کسی انسان کی نظر وہاں تک نہیں پہنچ سکی۔ لیکن پیدائش کے وقت کون جانتا تھا کہ ایسا ہوگا۔ اس وقت تو ایک بے چارگی سی معلوم ہوتی۔

رضاعت

شروع شروع میں آپ کی والدہ نے آپ کو دودھ پلایا اور پھر ثوبیہ نے جو آپ کے چچا ابولہب کی لونڈی تھی لیکن اس نے اسے اس یتیم بھتیجے کی پیدائش پر اسے آزاد کر دیا تھا۔ آپ کی مستقل رضاعت حلیمہ کے سپرد ہوئی جس نے ابتداء میں تو ایک یتیم بچے کو لینے میں تامل کیا کیونکہ ایسی صورت میں کسی معقول معاوضہ یا انعام کی توقع نہیں ہوتی۔ لیکن اسے کوئی اور بچہ رضاعت کے لئے نہ ملا تو مجبوراً آپ ہی کو لے لیا۔ اگرچہ جلد ہی اسے احساس ہوگیا کہ اس بچے کا ستارہ بہت بلند ہے۔ اس کے بعد حلیمہ کی معاشی تنگی فراخی سے بدلنی شروع ہوگئی اور اس کے کاموں میں برکت نظر آنے لگی۔

رضاعت کی دو سال مدت پوری ہونے کے بعد وہ آپ کو آپ کی والدہ کے پاس لوٹ آئی لیکن اسے آپ سے ایسی محبت ہو چکی تھی کہ آمنہؓ سے اجازت لے کر آپ کو پھر اپنے ساتھ لے گئی۔ اور آپ کو چار سال تک اپنے پاس رکھا اور آپ حلیمہ کے قبیلہ بنو سعد کے لڑکے لڑکیوں میں ہی کھیل کود کر بڑے ہوئے۔ اس قبیلہ کی زبان خاص طور پر بہت فصیح تھی۔

آمنہؓ کی وفات

آپ کی عمر چھ سال ہوئی تو آپ کی والدہ اپنے رشتہ داروں کو ملنے کے لئے یثرب گئیں اور آپ کو اپنے ساتھ لے گئیں۔ وہاں آپ ایک ماہ رہے۔ واپسی پر راستہ میں مقام ابواء پر ان کی وفات ہوگئی اور وہیں دفن کی گئیں۔ تو آپ چھ سال کی چھوٹی سی عمر میں والدہ کی محبت سے بھی محروم ہوگئے اور والد اور والدہ دونوں طرف سے یتیم ہوگئے مگر اس بچے پر اس کا کیا اثر ہوگا اس کا پورا احساس نہیں ہو سکتا۔ انہی صدمات کی وجہ سے آپ میں مصیبت زدوں کی ہمدردی اور غرباء کی محبت کا ایک خاص رنگ تھا۔

عبدالمطلب کی کفالت

والدہ کے فوت ہو جانے پر آپ اپنی خادمہ ام ایمن کے ساتھ مکہ پہنچے۔ آپ کے دادا عبدالمطلب نے آپ کو اپنے پاس رکھ لیا۔ عبدالمطلب آپ کے ساتھ بہت محبت کرتے تھے اور آپ کی بچپن کی ہر قسم کی بے تکلفی کو خوشی سے برداشت کرتے تھے۔ ورنہ ان کے رعب کی وجہ سے دوسرے بچے قریب بھی نہ جاتے تھے۔

عبدالمطلب کی وفات

آپ آٹھ سال کے ہوئے تو عبدالمطلب بھی فوت ہوگئے۔ اس وقت ان کی عمر اسی سال سے متجاوز تھی۔ انہوں نے فوت ہوتے وقت آپ کو اپنے بیٹے ابوطالب کے سپرد کیا جو عبدالمطلب کی اس بیوی سے تھے جس سے آپ کے والد عبداللہ تھے۔ ابوطالب نے بھی آپ کو بہت عزیز رکھا۔

اور ہمیشہ آپؐ کو اپنے ساتھ سُلاتے۔

ابوطالب کے ساتھ ایک سفر

آپؐ کی عمر ۱۲ سال کی تھی تو ابوطالب کو ایک تجارتی قافلہ کے ساتھ شام کو جانا پڑا۔ ابوطالب آپؐ کو مکہ میں چھوڑ کر جانا چاہتے تھے لیکن آپ پر یہ جدائی شاق تھی اور آپ جاتے وقت ابوطالب کے ساتھ فرطِ محبت سے لپٹ گئے۔ اس پر ابوطالب آپؐ کو اپنے ساتھ لے گئے۔ شام کے جنوب میں بصریٰ کے مقام پر ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ وہاں ایک عیسائی راہب بحیرا رہتا تھا۔ جب قریش کا قافلہ اس کی خانقاہ کے پاس پہنچا تو اس راہب نے دیکھا کہ تمام درخت اور پتھر وغیرہ یکدم سجدہ میں گر گئے ہیں۔ اس نے سمجھ لیا کہ الٰہی نوشتوں میں جو ایک نبی مبعوث ہونے کی خبر دی گئی ہے وہ یہی نبی ہے۔ چنانچہ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچان لیا اور ابوطالب کو نصیحت کی کہ آپؐ کو اہلِ کتاب کے شر سے محفوظ رکھیں۔ یہ واقعہ بھی کشفی نظارہ ہو سکتا ہے لیکن ظاہر میں بھی ایسا ہو جانا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کے لحاظ سے کوئی زیادہ تعجب انگیز نہیں۔

آپؐ کا بکریاں چرانا

آپؐ نے اس زمانہ میں بکریاں بھی چرائیں۔ بعد میں آپؐ فرمایا کرتے تھے کہ بکریاں چرانا بھی انبیاء کی سنت ہے انہوں نے بھی ایک قسم کی گلہ بانی کرنی ہوتی ہے۔

لغویات سے آپؐ کو بچایا گیا

اس زمانہ میں ایک مرتبہ آپؐ نے اپنے بکریاں چرانے والے ساتھی سے کہا کہ وہ آپؐ کی بکریوں کا بھی خیال رکھے تو آپؐ ایک شعر و غزل کی مجلس کو دیکھنے کے لئے شہر میں جاتے ہیں۔ ایسی مجلسیں بعض دفعہ ساری ساری رات قائم رہتی تھیں اور ان میں اشعار کے علاوہ کہانیاں بھی بیان ہوتی تھیں۔ چنانچہ آپؐ کو بھی اس کے دیکھنے کا شوق پیدا ہوا آپؐ ابھی راستے میں ہی تھے کہ آپؐ پر نیند غالب آگئی اور آپؐ وہیں سو گئے اور اس مجلس میں شریک نہ ہو سکے۔ اس طرح سے اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو جو ساری دنیا کے لئے نمونہ بنایا جانا تھا اس لغو کام سے بچا لیا۔

حربِ فجار

جب آپؐ کی عمر بیس سال ہوئی تو فجار کی مشہور جنگ ہوئی جو بنو کنانہ اور قیس عیلان کے درمیان تھی۔ اس میں قریش بنو کنانہ کے ساتھ تھے اور ہوازن قیس عیلان کے ساتھ۔ یہ جنگ نہایت خطرناک تھی۔ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی شرکت فرمائی لیکن آپؐ نے خود قتال نہیں کیا بلکہ صرف اپنے چچاؤں کو تیر پکڑاتے رہے اس میں قیس عیلان کو شکست ہوگئی اور اس کے بعد دونوں فریقوں میں صلح ہوگئی۔

حلف الفضول

عربوں میں ایک معاہدہ قائم کیا گیا جس میں شامل ہونے والے مظلوم لوگوں کے حقوق دلانے اور ان کو ظلم سے بچانے کا عہد کرتے تھے اس کا نام "حلف الفضول" تھا۔ جنگ فجار کے بعد اس کی زیادہ ضرورت محسوس ہوئی تو اسے تازہ کیا گیا تاکہ آئندہ ظلم و زیادتی کا انسداد ہو سکے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس معاہدہ میں شریک ہوئے۔

حضرت خدیجہؓ کے ساتھ شادی

خدیجہؓ بنت خویلد بنو اسد کی ایک نہایت شریف اور معزز اور مالدار خاتون تھیں۔ مکہ کی تجارت میں اُن کا بڑا حصہ تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر اس وقت پچیس سال تھی اور خدیجہؓ کی چالیس سال۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دیانت۔ امانت اور نیک شہرت سے وہ بہت متاثر ہوئیں اور آپؐ کو تجارتی مال دے کر شام کی طرف بھیجا۔ آپؐ بہت کامیاب ہو کر واپس آئے۔ پھر دو تین تجارتی سفر اور کئے۔ خدیجہؓ دو مرتبہ بیوہ ہو چکی تھیں۔ انہیں آپؐ کے ساتھ نکاح کر لینے کا خیال پیدا ہوا چنانچہ اُنھوں نے خود ہی آپؐ کو نکاح کا پیغام بھجوایا۔ آپ رضامند ہو گئے اور یہ شادی ہو گئی ماسوائے صاحبزادہ ابراہیمؓ کے آپ کے سارے بچے اسی شادی سے ہوئے۔ ابراہیمؓ آپ کی آخری عمر میں ماریہ قبطیہؓ سے پیدا ہوئے تھے۔ حضرت خدیجہؓ سے آپؐ کے تین صاحبزادے قاسمؓ۔ طاہرؓ اور طیبؓ پیدا ہوئے اور چار صاحبزادیاں زینبؓ۔ رقیہؓ۔ ام کلثومؓ اور فاطمہؓ پیدا ہوئیں۔ یہ ساری اولاد آپؐ کے دعویٰ نبوت سے پہلے پیدا ہو چکی تھی۔ آپؐ کے بڑے صاحبزادے قاسمؓ کی نسبت سے آپؐ کی کنیت "ابو القاسم" تھی۔ آپؐ کی نرینہ اولاد ساری بچپن میں ہی فوت ہو گئی۔ لڑکیاں سب بڑی ہوئیں اور اسلام لائیں اور بیاہی گئیں۔ لیکن نسل صرف حضرت فاطمۃ الزہراؓ سے چلی۔ حضرت فاطمہؓ کی وفات آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات سے چھ ماہ بعد ہوئی۔

تعمیر کعبہ

کعبہ کی عمارت محفوظ نہ رہی اور قریش کو اُس کی تعمیر کرانی پڑی۔ چنانچہ اس کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں پر اونچا کیا گیا۔ قریش کو پورا سامان عمارت میسر نہ آیا اور اس کا ایک حصہ (سات ہاتھ) خالی چھوڑ دیا گیا جسے حطیم کہتے ہیں۔ طواف اس کے اوپر سے کیا جاتا ہے۔ تعمیر کے وقت جب حجر اسود کے رکھنے کا وقت آیا تو قبائل میں اختلاف ہو گیا۔ ہر ایک یہ عزت اپنے لئے چاہتا تھا۔ قریب تھا کہ لڑائی ہو جاتی۔ ایک شخص نے تجویز کیا کہ جو آدمی سب سے پہلے حرم کے اندر آتا ہوا دکھائی دے اسے بطور حکم سب منظور کر لیں۔ اس تجویز کو مان لیا گیا۔ لوگوں کی نگاہیں اٹھیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حرم میں داخل ہوتے دیکھا سب پکار اٹھے۔ "امین۔ امین۔" آپؐ اپنی کامل دیانت اور اخلاق فاضلہ کی وجہ سے اس نام سے پکارے جاتے تھے۔ آپؐ نے اس وقت ایک نہایت حکیمانہ فیصلہ دیا۔ آپؐ نے ایک بڑی چادر منگوائی جس میں حجر اسود کو رکھ دیا۔ وہ چادر چاروں طرف سے مختلف قبائل کے نمائندوں کو پکڑا دی گئی اور جب اس جگہ کے برابر آ گئی جہاں پتھر رکھنا تھا تو آپؐ نے حجر اسود کو اس میں سے اٹھا کر اپنے دست مبارک سے اس جگہ رکھ دیا۔ اس سے کسی کو اعتراض نہ ہوا اور سب خوش ہو گئے۔ اور قوم جنگ سے بچ گئی۔ اس وقت آپؐ کی عمر پینتیس سال تھی۔

حضرت علیؓ کی کفالت

اس زمانہ میں آپؐ کے چچا ابو طالب کی مالی حالت تنگ تھی۔ آپؐ نے یہ دیکھتے ہوئے تجویز فرمایا کہ ابو طالب کے بیٹوں میں سے حضرت علیؓ کو آپؐ اپنے پاس لے لیں اور جعفرؓ کو عباسؓ لے لیں۔ صرف عقیلؓ کا بوجھ اپنے والد ابو طالب پر رہے۔ اس وقت حضرت علیؓ کی عمر چھ سات سال تھی۔ اس کے بعد حضرت علیؓ ہمیشہ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہی رہے

حضرت زیدؓ بن حارثہ

حکیم بن حزام ایک بڑے تاجر تھے۔ وہ حضرت خدیجہؓ کے لئے زیدؓ بن حارثہ کو غلام کے طور پر خرید لائے زیدؓ بہت ہوشیار اور ہونہار لڑکے تھے۔ حضرت خدیجہؓ نے انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کر دیا۔ آپؐ نے انہیں نہایت پیار سے رکھا۔ ان کے والد کو علم ہوا تو اپنے بھائی کو ساتھ لے کر زیدؓ کو لینے آئے لیکن زیدؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر چلے جانا برداشت نہ کیا اور والد کو جواب دے دیا۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انھیں کعبہ میں لے آئے اور ان کے آزاد کر دینے کا اعلان فرما دیا۔ اور انہیں اپنا بیٹا بنا لیا۔ لیکن جب سورۃ احزاب میں بیٹا بنا لینے کی ممانعت ہوئی تو پھر وہ اپنے والد کی طرف منسوب ہو کر زیدؓ بن حارثہ کہلانے لگے۔ آپؐ نے زیدؓ کی شادی اپنی خادمہ ام ایمن سے کر دی جس کے بطن سے اسامہؓ بن زیدؓ پیدا ہوا۔ زیدؓ کی وفات کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسامہؓ کو بھی اسی طرح پیار کیا۔

آپؐ کے قبل از نبوت کے دوست

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے ساتھ زیادہ نہ ملتے تھے صرف چند ایک کے ساتھ آپؐ نے دوستی کے تعلقات رکھے۔ ان میں حضرت ابوبکرؓ۔ حکیم بن حزام اور زید بن عمرو تھے۔

نزولِ وحی کی ابتدا

آپؐ کو خلوت بہت پسند تھی کئی کئی دن کیلئے غار حرا میں تشریف لے جاتے جو مکہ سے تین میل کے فاصلہ پر ایک پہاڑ میں واقع ہے۔ وہاں آپؐ زادِ راہ اپنے ساتھ لے جاتے اور اپنے رنگ میں عبادتِ الٰہی میں مصروف رہتے اس زمانہ میں آپؐ کو رویائے صادقہ کا سلسلہ شروع ہوا جو صبح کی روشنی کی طرح پوری ہو جاتیں۔ جب آپؐ کی عمر مبارک چالیس سال کی ہوئی تو پہلی مرتبہ غار حرا میں آپ پر جبریلؑ کا نزول ہوا اور انھوں نے آپؐ کو "اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ...." (پارہ ۳۰) والی آیات پڑھائیں اس واقعہ کی عظمت اور ہیبت اس قدر تھی کہ آپؐ سخت گھبراہٹ کی حالت میں حضرت خدیجہؓ کے پاس گئے اور سارا قصہ سنایا۔ انہوں نے آپؐ کو تسلی دی اور فرمایا کہ خدا کی قسم اللہ آپ کو کبھی رسوا نہیں کرے گا کیونکہ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں۔ صادق القول ہیں۔ لوگوں کے بوجھ اٹھاتے ہیں۔ آپؐ نے نایاب اخلاق کو اپنے اندر جمع کیا ہے۔ آپ مہمان نوازی کرتے ہیں اور حق کی باتوں میں لوگوں کے مددگار بنتے ہیں۔

اس واقعہ سے آپؐ کی نبوت کا آغاز ہوا۔ کچھ وقفہ کے بعد وحیِ الٰہی مسلسل اترنی شروع ہو گئی اور قرآن کریم کی شکل میں جمع ہوتی گئی۔

سب سے پہلے ایمان لانے والے

گھر کے افراد حضرت خدیجہؓ۔ حضرت علیؓ اور حضرت زیدؓ کے علاوہ آپؐ پر پہلے ایمان لانے والے شخص حضرت ابوبکرؓ تھے۔ اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ کی تبلیغ سے ایمان لانے والے پانچ اصحاب حضرت عثمانؓ۔ عبد الرحمٰن بن عوفؓ۔ سعد بن ابی وقاصؓ۔ زبیر بن العوامؓ اور طلحہ بن عبید اللہؓ تھے۔ یہ پانچوں بھی عشرہ مبشرہ میں شامل ہیں یعنی ان دس اصحاب میں سے ہیں جن کو نبی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص طور پر جنت کی بشارت دی۔
اس کے بعد پھر اور اصحاب بھی ایمان لاتے رہے۔

ابتدائی تبلیغ اور مخالفت

پہلے تین سال تک تبلیغ اسلام عموماً مخفی طور پر ہوتی تھی۔ مسلمانوں کے جمع ہو کر نماز ادا کرنے کے لئے بھی کوئی جگہ نہ تھی۔ سرداران قوم تک کوئی بات پہنچتی تو وہ اسے مذاق سمجھتے۔ چوتھے سال قرآنی حکم فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ (سورۃ حجر) اور فَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ۔ (سورۃ شعراء) نازل ہوا تو آپ نے علانیہ تبلیغ شروع فرمائی رشتہ داروں کو بھی اور عمومی طور پر بھی۔ بعض دعوتیں بھی اس غرض کے لئے کروائیں۔ مسلمانوں کے جمع ہونے اور نماز پڑھنے کے لئے بھی دار ارقم کو مرکز بنا دیا۔ جو کوہ صفا کے دامن میں واقع تھا۔ تین سال کے قریب آپ نے اس مرکز میں کام کیا۔ کئی ایک اصحاب نے اس وقت اسلام قبول کیا۔ انہیں میں آپ کے چچا حمزہؓ بھی تھے۔ اس کے آخر میں حضرت عمرؓ بھی مسلمان ہو گئے۔ ان دو کے رعب اور دبدبہ کی وجہ سے مسلمانوں کو دار ارقم سے نکل کر باہر نماز پڑھنے اور برملا تبلیغ کرنے کا موقع مل گیا۔ یہ آپ کی بعثت کے ساتویں سال کا آغاز تھا۔ اس سے قریش میں مسلمانوں کے خلاف بہت غیظ و غضب پیدا ہو گیا۔ اور مسلمانوں کی شدید مخالفت شروع ہو گئی۔

قریش کے وفد اور مظالم

قریش نے پہلے یہ مناسب سمجھا کہ آپ کے چچا ابو طالب کو اس امر پر آمادہ کریں کہ وہ اپنے بھتیجے کو منع کریں۔ چنانچہ اس غرض کے لئے ابو طالب کے پاس مختلف اوقات میں تین وفد بھیجے لیکن ان کا مقصد پورا نہ ہوا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی قیمت پر بھی اس مقدس کام سے رکنے کو منظور نہ فرمایا۔ اس پر قریش نے مسلمانوں کو مظالم کا نشانہ بنانا شروع کر دیا۔ ان مظالم کے واقعات سننے سے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ حضرت عثمانؓ کو جو بڑے صاحب حیثیت تھے اور اپنے قبیلہ کا بڑا اثر رکھتے تھے رسیوں سے باندھ کر پیٹا گیا۔ بعد میں آپ خدا کے فضل سے خلیفہ ثالث ہوئے۔ زبیرؓ بن العوام کو چٹائی میں لپیٹ کر ان کے ناک میں دھواں دیا گیا۔ سعیدؓ بن زید کو جو حضرت عمرؓ کے بہنوئی تھے پیٹا گیا اور ان کی بیوی کو زخمی کیا گیا۔ یہ خود حضرت عمرؓ نے ایمان لانے سے پہلے کیا تھا۔ پھر یہی واقعہ ان کے ایمان لانے کا موجب ہوا۔ سعیدؓ نے آپ کو سورۃ طٰہٰ کی پہلی آیات پڑھ کر سنائیں جن سے حضرت عمرؓ بے حد متاثر ہوئے اور اسلام قبول کر لیا۔
عبداللہؓ بن مسعود کو صحن خانہ میں خوب پیٹا گیا۔ ابو ذر غفاریؓ کو اتنا زد و کوب کیا گیا کہ وہ مرنے کے قریب ہو گئے۔ بلالؓ کو ننگا کر کے آگ کی طرح تپتی ہوئی پتھریلی زمین پر لٹا کر اوپر بھاری پتھر دے دیا جاتا۔ صہیبؓ کو اتنا مارتے کہ ان کے ہوش و حواس مختل ہو جاتے۔ خبابؓ کو جلتے ہوئے کوئلوں پر لٹا دیتے۔ غرض خدا کے ان بیسیوں بندوں پر محض خدا کی وحدانیت پر ایمان لانے کے باعث قسم قسم کے مظالم ڈھائے گئے لیکن وہ مضبوط چٹان کی طرح اپنی جگہ پر قائم رہے۔ اس خدا کے برگزیدہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان میں ایسی روح پھونک دی کہ ایمان کے علاوہ ہر چیز کی قدر ان کی نگاہ سے گر گئی۔ نہ مال کی کوئی قدر رہی۔ نہ عزت کی نہ برادری کی۔ نہ نفس کے آراموں کی نہ گھر بار کی۔ وہ ان سب چیزوں سے فارغ ہو کر خدا اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں فنا ہو گئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اذیتیں

خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات کو

بھی اذیتوں کا نشانہ بنایا گیا۔ آوارہ مزاج لوگ آپؐ کے سامنے بھی اور پیچھے بھی طرح طرح کے بکواس کرتے رہتے۔ آپؐ کے گھر میں پتھر پھینکتے اور دروازے پر کانٹے بچھا دیتے۔ گھر کے اندر گندی اور بدبودار چیزیں ڈال دیتے اور پھر قہقہے لگاتے۔ آپؐ کو بجائے "محمد" (صلی اللہ علیہ وسلم) کے "مذمم" (نعوذ باللہ) کہہ کر پکارتے۔ ایک دفعہ آپؐ کعبہ کے پاس نماز پڑھ رہے تھے تو عقبہ بن ابی معیط نے آپؐ کے گلے میں کپڑا ڈال کر اس قدر زور سے کھینچا کہ آپؐ کا سانس رکنے لگا۔ ایک مرتبہ آپؐ صحنِ کعبہ میں سجدہ میں تھے تو ابوجہل کے اشتعال دلانے پر اسی عقبہ نے آپؐ کی کمر مبارک پر ایک ذبح کی ہوئی اونٹنی کی بچہ دانی جو گند اور غلاظت سے بھری ہوئی تھی رڈال دی۔ اس سے آپؐ کے کپڑے اور جسم مبارک غلاظت آلود ہو گیا۔

ایک دفعہ حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف معہ چند صحابہؓ کے آپؐ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ "یا رسول اللہ! ہم مشرک تھے تو معزز تھے۔ کوئی ہماری طرف آنکھ تک نہیں اٹھا سکتا تھا لیکن جب سے مسلمان ہوئے ہیں۔ کمزور اور ناتواں ہو گئے ہیں اور ہم کو ذلیل ہو کر کفار کے مظالم سہنے پڑتے ہیں۔ آپؐ ہمیں اجازت دیں کہ ہم ان کا مقابلہ کریں۔" آپؐ نے فرمایا:—

"اِنِّیْ اُمِرْتُ بِالْعَفْوِ فَلَا تُقَاتِلُوْا۔"

یعنی مجھے درگزر کرنے کا حکم دیا گیا ہے پس تم لڑائی نہ کرو۔

اس حکم کی وجہ سے صحابہؓ نے ان حالات میں نہایت درجہ صبر سے کام لیا اور ہر ظلم کو خدا کی خاطر برداشت کیا۔

ہجرتِ حبشہ

ان مظالم سے تنگ آکر حضورؐ کے ایما پر بعض صحابہؓ نے حبشہ کی طرف ہجرت کر جانے کا ارادہ کیا۔ یہ ماہ رجب سنہ نبوی کی بات ہے۔ حبشہ میں اس وقت عیسائی حکومت تھی اور وہاں کا حاکم نجاشی کہلاتا تھا۔ پہلے گیارہ صحابہؓ اور چار صحابیاتؓ ہجرت کر کے حبشہ گئیں لیکن بعد میں اور صحابہؓ بھی ہجرت کر گئے اور کل تعداد ایک سو کے قریب ہو گئی۔ قریش نے ان کا وہاں بھی پیچھا کیا۔ انھوں نے نجاشی کے پاس ایک وفد بھیجا کہ ان کے اس طرح اپنے ملک سے نکل جانے سے قریش کی بے عزتی ہے اس لئے انہیں واپس مکہ بھیج دیا جائے۔ نجاشی نے دونوں فریق کی باتیں سننے کے بعد صحابہؓ کو واپس بھیجنے سے انکار کر دیا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں نے مدینہ کی طرف ہجرت کی تو یہ صحابہؓ بھی حبشہ سے مدینہ پہنچ گئے۔

آنحضرتؐ کی خدمت میں قریش کا وفد اور آپؐ کا جواب

حضرت حمزہؓ اور حضرت عمرؓ کے اسلام قبول کر لینے سے مسلمانوں کو بہت تقویت حاصل ہو گئی تھی۔ اور وہ کعبہ کے پاس نماز پڑھ لیتے تھے اور برملا تبلیغ بھی کر لیتے۔ حضرت عمرؓ کے تھوڑا عرصہ بعد ہی ان کے صاحبزادے عبداللہ بن عمرؓ بھی جو ابھی بچے ہی تھے مسلمان ہو گئے۔ عبداللہ بن عمرؓ نے بعد میں بڑا رتبہ حاصل کیا اور چوٹی کے علماء میں شمار ہوئے۔ ان مسلیتوں کی وجہ سے قریش میں گھبراہٹ پیدا ہوئی۔ اور انھوں نے رؤسائے قریش کا ایک وفد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا جس میں ولید بن مغیرہ۔ ابوجہل۔ عتبہ۔ شیبہ۔ ابوسفیان اور عاص بن وائل بھی شامل تھے۔ اس وفد نے حضورؐ کو مال و دولت۔ عزت۔ حکومت حسب پسند بیوی غرض ہر طرح کی پیشکش کی۔ لیکن حضورؐ نے اس کے جواب میں فرمایا:—

(ترجمہ) "اے معشر قریش۔ مجھے ان چیزوں میں سے کسی کی تمنا نہیں۔ اور نہ مجھے کوئی

(باقی صفحہ ۳۲ پر)

ہمارا پیشوا صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کے منظوم اردو کلام سے

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا — نام اس کا ہے محمد دلبر مرا یہی ہے

سب پاک ہیں پیمبر اک دوسرے سے بہتر — لیک از خدائے برتر خیرالوریٰ یہی ہے

پہلوں سے خوب تر ہے خوبی میں اک قمر ہے — اس پر ہر اک نظر ہے بدرالدجیٰ یہی ہے

پہلے تو راہ میں ہارے پار اس نے ہیں اتارے — میں جاؤں اس کے وارے بس ناخدا یہی ہے

وہ یارِ لامکانی وہ دلبرِ نہانی — دیکھا ہے ہم نے اس سے بس رہنما یہی ہے

وہ آج شاہِ دیں ہے وہ تاجِ مرسلیں ہے — وہ طیب و امیں ہے اس کی ثنا یہی ہے

حق سے جو حکم آئے اس نے وہ کر دکھائے — جو راز تھے بتائے نعم العطاء یہی ہے

آنکھ اس کی دوربیں ہے دل یار سے قریں ہے — ہاتھوں میں شمعِ دیں ہے عین الضیاء یہی ہے

جو رازِ دیں تھے بھارے اس نے بتائے سارے — دولت کا دینے والا فرمانروا یہی ہے

اُس نور پر فدا ہوں اس کا ہی میں ہوا ہوں — وہ ہے میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے

وہ دلبرِ یگانہ علموں کا ہے خزانہ
باقی ہے سب فسانہ سچ بے خطا یہی ہے

(درثمین)

سرورِ کونین صلے اللہ علیہ وسلم کی ثنا

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کے منظوم فارسی کلام سے

در دلم جوشد ثنائے سرورے — آنکہ در خوبی ندارد ہمسرے
آنکہ جانش عاشقِ یارِ ازل — آنکہ روحش واصلِ آں دلبرے
آنکہ مجذوبِ عنایاتِ حق است — ہمچو طفلے پروریدہ در برے
آنکہ در بر و کرم بحرِ عظیم — آنکہ در لطف اتم یکتا دُرے
آنکہ در جود و سخا ابرِ بہار — آنکہ در فیض و عطا یک خاورے
آں رحیم و رحمِ حق را آیتے — آں کریم و جودِ حق را مظہرے
آں رخِ فرخ کہ یک دیدارِ او — زشت رو را مے کند خوش منظرے
آں دلِ روشن کہ روشن کردہ است — صد درونِ تیرہ را چوں اخترے
آں مبارک پے کہ آمد ذاتِ او — رحمتے زاں ذاتِ عالم پرورے
احمدِ آخر زماں کز نورِ او — شد دلِ مردم زخورتاباں ترے
پہلوانِ حضرتِ ربِّ جلیل — بر میاں بستہ ز شوکت خنجرے
تیرِ او تیزی بہر میداں نمود — تیغِ او ہر جا نمودہ جوہرے
کرد ثابت بر جہاں عجزِ بتاں — واں نمودہ زورِ آں یک قادرے
تا نماند بے خبر از زورِ حق — بُت ستادُ بُت پرست و بُت گرے
خواجہ و مرِ عاجزاں را بندۂ — بادشاہ و بیکساں را چاکرے
آں ترحمہا کہ خلق از وے بدید — کس ندیدہ در جہاں از مادرے

(باقی)

"جانِ و دلم فدائے جمالِ محمدؐ است" (مسیح موعودؑ)

(محترم عبدالمنان صاحب ناہید)

آیا بیاں زباں پہ بیابانِ عرب کا — گذرا ہے اس زمیں میں عجب ایک ماجرا

بخشی گئی کچھ اس طرح مُردوں کو زندگی — قبروں سے اک ہجومِ مسلسل نکل پڑا

پُشتوں کے بگڑے رنگ الٰہی پکڑ گئے — اندھوں کو نور، گنگ زباں کو بیاں ملا

اُمّی ہر ایک علم کے استاد بن گئے — صحرا کے باسیوں کو حکومت ہوئی عطا

لایا دعائے نیم شبی سے یہ انقلاب — اک مردِ باخدا جو خدا میں ہوا فنا

خوشبو اڑا کے لائی ہے کس دلنواز کی — ہے دلنواز وادیٔ بطحا تری ہوا

وہ ذاتِ پاک جس کی خدا بھی ثنا کرے — توصیف اس کی میں کروں میری مجال کیا

اس کا مقام میرے تخیّل سے بھی بلند — پرواز اس کی شہپرِ جبریل سے سوا

وہ جس نے وحشیوں کو کیا تھا خدا شناس — پھر باخدا بنا کے بنایا خدا نما

جس کو ملا تھا صاحبِ لولاک کا خطاب — انسانیت کی جس پہ ہوئی ختم ارتقا

روشن ضمیرِ ارض و سما جس کے نور سے — ختمِ رسل وہ نورِ نبوت کی انتہا

اسکی نگہ نے دی ہے مجھے آنکھوں کی روشنی — سرمہ مری نظر کی ہوئی اس کی خاکِ پا

ہر کام میں رضائے خدا کا تھا اہتمام — ہر بات میں تلاوتِ قرآن کا مزا

جب وہ ملا مجھے۔ مجھے دونوں جہاں ملے — اُسکے طفیل آ ملا مجھ سے مرا خدا

جاں دوں تو جان دے کے بھی ملتی ہے زندگی — اب کیا ہو اس کے حُسن کا احسان کا صلا

ناہید اسکے دَر پہ پہنچنے کی دیر ہے۔ — خالی نہ رہ سکے گا کبھی کاسۂ گدا

"جانِ و دلم فدائے جمالِ محمدؐ است — خاکم نثارِ کوچۂ آلِ محمدؐ است"

وہ کون ہیں جو تیرے صحابہؓ کی ہیں مثال

- (محترم جناب نسیم سیفی صاحب) -

آئینہ دارِ رحمتِ یزداں کا ہے کمال　　میری نظر میں ہیچ ہیں گردش کے ماہ و سال

میں احتیاطِ زیست کا قائل نہیں رہا　　اب ہمت و نیت میں نہ رہی وجہِ انفصال

صدیوں کے فاصلے مرے اک گام پر نثار　　دامانِ ابتدا میں ہے ہر چیز کا مآل

صحنِ چمن میں دل کے شگوفے نے پھوٹ کر　　رنگِ حنا کا حسن بکھیرا ہے ڈال ڈال

اس ذرۂ حقیر پہ رحمت کی اک نظر　　اب تو خدا کے واسطے کل پر نہ مجھ کو ٹال

جو کچھ بھی ہوں ترے ہی تعلق سے ہوں مگر　　مجھ کو سمجھنے والے ہیں دنیا میں خال خال

میں کس کو اپنا اور کسے غیر جان لوں　　ہر ایک دل میں تیری محبت کا ہے خیال

تو خود بتا کہ کس کی محبت ہے پُر خلوص　　وہ کون ہیں جو تیرے صحابہؓ کی ہیں مثال

معجز نما ہے ذات تری روزِ حشر تک
اک معجزہ نسیمؔ کا ہے بس یہی سوال

نعت خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم

— (محترم جناب اقتباس احمد صاحب بسمل کراچی) —

احمد مجتبیٰ خاتم الانبیاء رحمت للعالمیں سرورِ دوجہاں
وجہ تخلیق ارض و سما مصطفیٰ باعثِ رونقِ بزمِ کون و مکاں

وہ ہے شمس الضحیٰ وہ ہے بدر الدجیٰ وہ ہے صدر العلیٰ وہ ہے کہف الوریٰ
سدرۃ المنتہیٰ اس کے زیرِ قدم وہ ہے خیر البشر فخرِ قدوسیاں

کس کے امکان میں ہے بجز کبریا حق ادا کر سکے اس کی توصیف کا
وہ ہے مخلوق کا نقطۂ انتہا اس کی خاطر بنے ہیں زمیں و زماں

اس سے توحید کی پھیلی ہر سو ضیاء معجزہ اس کو شق القمر کا ملا
اس سے قائم ہے انسانیت کا بھرم وہ ہے فخرِ رسل سیدِ انس و جاں

وہ جو موسیٰ کے اسرا میں تھا راہبر ابنِ مریم نے دی جس کی روشن خبر
کوہِ فاراں پر وہ ہوا جلوہ گر بن کے اک ابرِ رحمت برائے جہاں

وہ جوابِ دعائے ابو الانبیاء وہ مثیلِ کلیم و عطائے خدا
اس سے بڑھ کر کسی کا نہیں مرتبہ اس کی تعریف میں رب ہیں رطب اللساں

وہ جو معراج کی شب کا تھا ماجرا جس میں محبوبِ داور بنا میہماں
اس کا ہے علم کس کو سوائے خدا یا حبیبِ خدا اس کا ہے راز داں

اس کا فیضان جاری قیامت تلک اس کے شیدائی ہیں انس و جان و ملک
وہ ہے جود و عطا کا یمِ بیکراں اس کی روحانیت ہے ورائے گماں

"ہر کمالِ رہبری بروے تمام"

(سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے فارسی نعتیہ کلام کے ایک مصرعہ کی تضمین)
ترجمہ:- رہبری کے تمام کمالات اس پر ختم ہیں۔

---(محترم چوہدری شبیر احمد صاحب واقفِ زندگی)---

سرورِ ہر دوسرا عالی مقام
رحمۃٌ للعالمین خیر الانام

ذاتِ بابرکات اس کی بے مثال
سیرت و صورت میں اس کی حُسن تام

ہے عیاں اس کی علوِ مرتبت
جس کو خود اللہ نے بھیجا سلام

چشم پوشی اور عفو و درگزر
یوں لیا اس نے عدو سے انتقام

بخش دی اس نے حیاتِ جاوداں
جس کو اس نے دے دیا کوثر کا جام

عظمت و سطوت میں وہ شاہِ شہاں
مہدی و عیسےٰ بھی ہیں اس کے غلام

اس کے سر پر تاج ختم المرسلین
اب اسی کا ہے جہاں میں فیضِ عام

اسکی مدح کرتے ہیں سب جن و انس
ہیں فرشتے بھی ثنا خواں صبح و شام

کیوں نہ ہو شبیرؔ وہ ختم الرسل
"ہر کمالِ رہبری بروے تمام"

شانِ محمد صلے اللہ علیہ وسلم

(محترم مولوی محمد صدیق صاحب امرتسری ایم اے)

محمد رحمۃ للعالمین ہیں
محمد نورِ جانِ مومنیں ہیں

محمد سالکِ راہِ مبیں ہیں
شہِ ابرار و ختم المرسلیں ہیں

محمد لائقِ صد آفریں ہیں
محمد صادق الوعد و امیں ہیں

محمد زینتِ عرشِ بریں ہیں
محمد سرورِ دنیا و دیں ہیں

محمد تاجدارِ اوّلیں ہیں
محمد شہر یارِ آخریں ہیں

محمد لاجرم بدرِ مبیں ہیں
محمد سب حسینوں سے حسیں ہیں

محمد غمگسارِ ہر حزیں ہیں
محمد بے نواؤں کے قریں ہیں

محمد حاملِ شرعِ متیں ہیں
محمد موجبِ فتحِ مبیں ہیں

محمد چشمۂ ماءِ معیں ہیں
محمد میرے دل میں جاگزیں ہیں

محمد گلشنِ ہستی کی رونق
محمد کاشفِ اسرارِ دیں ہیں

محمد باعثِ تہذیبِ انساں
محمد ہی شفیع المذنبیں ہیں

جہاں کے انبیاء و مرسلیں سب
محمد کے چمن کے خوشہ چیں ہیں

محمد کے بغیر اے میرے ہمدم
زمین و آسماں کچھ بھی نہیں ہیں

كَيْفَ تَرْقٰى رُقِيَّكَ الْاَنْبِيَاءُ

محترم الشیخ شرف الدین البوصیری کے نعتیہ اشعار کا ترجمہ مولانا عزیز الرحمٰن صاحب منگلا مربی سلسلہ احمدیہ نے کیا ہے۔ (ادارہ)

كَيْفَ تَرْقٰى رُقِيَّكَ الْاَنْبِيَاءُ　　يَا سَمَاءً مَا طَاوَلَتْهَا سَمَاءُ

تیری بلندی تک انبیاء کیسے پہنچیں　　اے میرے آسمان کوئی آسمان تیرا مقابلہ نہیں کر سکتا

لَمْ يُسَاوُوْكَ فِيْ عُلَاكَ وَقَدْ　　حَالَ سَنَاءٌ مِنْكَ دُوْنَهُمْ سَنَاءُ

علو میں باقی انبیاء تیرا مقابلہ نہیں کر سکتے　　کیونکہ تیرے اور انکے درمیان کتنے آسمان حائل ہیں

اِنَّمَا مَثَّلُوْا صِفَاتِكَ لِلنَّاسِ　　كَمَا مَثَّلَ النُّجُوْمَ الْمَاءُ

ان میں تیری صفات کی ایسی جھلک ہے　　جیسے پانی میں نظر آنے والے ستارے

اَنْتَ مِصْبَاحُ كُلِّ فَضْلٍ فَمَا　　تَصْدُرُ اِلَّا عَنْ ضَوْئِكَ الْاَضْوَاءُ

تو فضیلتوں کا دیا ہے پس سب روشنیاں تیری روشنی سے ہی ماخوذ ہیں۔

لَكَ ذَاتُ الْعُلُوْمِ مِنْ عَالَمِ الْغَيْبِ　　وَمِنْهَا لِاٰدَمَ الْاَسْمَاءُ

عالم غیب سے علوم تجھے ہی عطا کئے گئے　　اور آدم کا علم الاسماء انہیں کا ایک حصہ تھا

مَا مَضَتْ فَتْرَةٌ مِنَ الرُّسُلِ اِلَّا　　بَشَّرَتْ قَوْمَهَا بِكَ الْاَنْبِيَاءُ

ہر فترت کے زمانہ کے بعد ہر نبی نے اپنی اپنی قوم کو تیری بشارت دی۔

تَتَبَاهٰى بِكَ الْعُصُوْرُ وَتَسْمُوْ　　بِكَ عَلْيَاءُ بَعْدَهَا عَلْيَاءُ

زمانے اور بلندیاں تیرے ساتھ ہی فخر کرتے ہیں اور عزت پاتے ہیں۔

وَبَدَا لِلْوُجُوْدِ مِنْكَ كَرِيْمٌ　　مِنْ كَرِيْمٍ آبَاؤُهُ الْكُرَمَاءُ

کائنات کو تیرے وجود سے ایک کریم ابن کریم ابن کرماء ملا۔

يَوْمَ نَالَتْ بِوَضْعِهِ ابْنَةُ وَهْبٍ　　مِنْ فَخَارٍ مَا لَمْ تَنَلْهُ النِّسَاءُ

حضرت آمنہ نے اس کو وضع کر کے وہ فخر حاصل کیا جو کسی عورت کو نصیب نہ ہوا

وَاَتَتْ قَوْمَهَا بِاَفْضَلَ مِمَّا　　حَمَلَتْ قَبْلُ مَرْيَمُ الْعَذْرَاءُ

حضرت آمنہ نے قوم کے سامنے وہ مولود پیش کیا جو مریم مقدسہ کے مولود سے کہیں گنا افضل ہے

اقلیمِ فقر اور درویشی کا شہنشاہ صلی اللہ علیہ وسلم

— (محترم مولانا دوست محمد صاحب شاہد) —

خدا والوں کی پاک زندگی

جس طرح کمرۂ عدالت میں جج، وکیل، گواہ اور ملزم سبھی موجود ہوتے ہیں مگر چاروں کی حالت اور حیثیت میں واضح اور نمایاں فرق ہوتا ہے اسی طرح اگرچہ اس دنیائے فانی میں مومن و کافر، نیک و بد، خدا پرست اور دنیا پرست سب ہی زندگی گزارتے ہیں مگر مومن، نیک اور خدا پرست "دست با کار دل با یار" کی چلتی پھرتی تصویر اور نمونہ ہوتے ہیں اور ہر قسم کی ملکیت اور جائداد اور اہل و عیال کے باوجود ان کی زندگی ایسی مجردانہ زندگی ہوتی ہے کہ ہزار تعلقات اور علائق دنیوی بھی مولائے حقیقی سے ان کے پاک اور مستحکم تعلق میں ہرگز سدِ راہ نہیں بن سکتے۔

عارفوں کا بلند مقامِ عرفان

ان ابرار و اخیار سے آگے عالم روحانی میں ان برگزیدہ اور بارسا لوگوں کا مقام ہے جو بمطابق حدیث نبوی حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَيِّئَاتُ الْمُقَرَّبِيْنَ[1] زہد و تقویٰ کے اعلیٰ منصب پر فائز ہوتے ہیں معرفتِ تامہ کا بلند معیار ان کا مہبط اور حظیرۃ القدس ان کا مسکن ہوتا ہے اور جن کا عرفان ایسا کامل اور معیارِ للّٰہیت اتنا بلند ہوتا ہے کہ طبقہ ابرار کی نیکیاں بھی ان کے سامنے گناہ دکھائی دیتی ہیں۔

آنحضرتؐ کی عدیم النظیر شانِ درویشی

خدائے عزوجل کے ان مخصوص، کامل اور مقرب بندوں میں سب سے افضل و اعلیٰ اور بزرگ و برتر وجود انبیاء و مرسلین علیہم السلام کا وجود ہے جن کے سرتاج حضرت خاتم الانبیاء، امام الاصفیاء، ختم المرسلین، فخر النبیین جناب محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ جنہوں نے فقر میں امیری اور امیری میں فقیری کی ایسی شان دکھائی جس کی نظیر فلک نے نہ کبھی دیکھی اور نہ دیکھ سکے گا۔ ؎

لم یخلق الرحمٰن مثل محمد
ابداً و اوقن انہ لا یخلق

چنانچہ تاریخ عالم گواہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ۱۳ سالہ شدید مصائب و آلام کے بعد عنان حکومت بخشی، ایسے جاں نثار خدام بخشے جو آپ کے اشارہ پر اپنی جان، مال

---

[1] انفاس العارفین ترجمہ صفحہ ۲۰۹ از حکیم الملت حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

اور عزت و آبرو محفوظ رکھنا اپنا سب سے بڑا اعزاز سمجھتے تھے۔ مگر اس کے باوجود آپ نے بادشاہت کے فرائض تو سب ادا کئے اور سب سے بڑھ کر ادا کئے، لیکن خود کبھی بادشاہ ہونے کے حقوق نہ لئے حتیٰ کہ کبھی بادشاہ تک نہیں کہلائے۔ (حدیثوں میں آپ کے متعلق یہ لفظ کہیں استعمال نہیں ہوا) نہ تاج رکھا، نہ تخت بنوایا، نہ سکہ جاری کیا، نہ ولی عہد مقرر کیا، نہ وزیر، نہ فوج، نہ پولیس، نہ دفتر، جو اموال آئے دوسروں کو نہایت فیاضی کے ساتھ لٹا دیئے محل تعمیر کرانے کی بجائے چھوٹے سے حجرہ میں بود و باش رکھی۔ نہ چارپائی تھی نہ ترتیب و زینت اور آرائش کا سامان نوکر چاکر رکھنا تو رہا ایک طرف خود غلاموں، یتیموں لونڈیوں اور بیوؤں کی خدمت کو اپنا دستور العمل قرار دیئے رکھا ہے

خواجۂ بر عاجزاں را بستہ دل
بادشاہ و بیکساں را اپنا کرے

جہاں حسن معاشرت میں آپ کی شخصیت عدیم النظیر تھی۔ وہاں آپ کی اپنی زندگی آپ کو کسی مرحلہ اور کسی لمحہ میں آستانۂ الوہیت سے غافل نہیں کر سکتی تھی۔ آپ کا قلب مطہر چونکہ رب جلیل کا عرش عظیم تھا اس لئے آپ کے ہر قول و فعل میں جلوۂ خدائی نظر آتا تھا اور آپ کا پاک و مقدس نفس ایسے انوار وجود جلالی کی ایسی چادر میں لپٹے ہوئے تھے کہ کوئی ذاتی اور انفرادی خواہش ولایت اس کے دامن کو کھینچ نہیں سکتی تھی۔ آپ کائنات کے مطلوب و مقصود اور بادشاہوں کے بادشاہ تھے

مگر سادگی، درویشی اور فقر و زہد کا یہ عالم تھا کہ کئی بار فاقے کئے اور آپ کی زندگی میں تین دن بھی ایسے نہیں آئے جن میں آپ نے متواتر پورا کھانا کھایا ہو۔ (بخاری کتاب الاطعمہ) جس دن حضور کی وفات ہوئی۔ کاشانۂ نبویؐ میں کھجور اور پانی کے سوا کچھ نہ تھا۔ اگرچہ بعض امراء اور سلاطین نے حضور کو بیش قیمت کپڑے ہدیۃً میں دیئے اور حضور نے قبول کئے اور زیب تن بھی فرمائے لیکن اگر کسی نے مانگ لئے تو فوراً عطا کر دیئے۔ بہرحال آپ کو تکلف سے ہمیشہ دلی نفرت رہی چنانچہ جب انتقال ہوا تو حضرت ام المومنین عائشہؓ نے کمبل (جس میں پیوند لگے ہوئے تھے) اور گاڑھے کی ایک تہمد نکال کر دکھائی کہ انہی کپڑوں میں آپ نے وفات پائی تھی۔ ام المومنین جویریہؓ کے بھائی عمرو بن حارثؓ فرماتے ہیں۔

مَا تَرَكَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ
وَسَلَّمَ عِنْدَ مَوْتِہٖ دِرْھَمًا وَلَا
دِیْنَارًا وَلَا عَبْدًا وَلَا اَمَۃً وَلَا
شَیْئًا اِلَّا بَغْلَتَہُ الْبَیْضَاءَ وَسِلَاحَہٗ
وَاَرْضًا جَعَلَھَا صَدَقَۃً

(بخاری کتاب الوصایا مصری جلد ۲
صفحہ ۸۳)

یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مرتے وقت کچھ نہ چھوڑا نہ درہم، نہ دینار، نہ غلام، نہ لونڈی اور نہ کچھ اور سوائے سفید خچر اور ہتھیار اور کچھ زمین کے۔ جو عام مسلمانوں پر صدقہ کر گئے۔

فقر و درویشی کا انتہائی کمال یہ بھی ہے کہ اپنی زمین کو مسلمانوں پر صدقہ کر دی اور اپنے لئے یہ وصیت فرمائی۔

کہ آپ کے جسد مبارک کو اسی حجرہ میں دفن کر دیا جائے جس میں آپ کا وصال ہو۔[1] چنانچہ آپ کی پوری پوری تعمیل کی گئی۔ اللھم صل علی محمد و علی آل محمد و بارک و سلم انک حمید مجید

آنحضرتؐ کی ایک پیاری دعا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا فرمایا کرتے تھے۔ اللھم احینی مسکیناً و امتنی مسکیناً و احشرنی فی زمرۃ المساکین یوم القیامۃ

(ترمذی ابواب الزھد جلد دوم صفحہ)

یعنی اے میرے اللہ مجھے مسکین ہونے کی حالت میں زندہ رکھ، مسکین ہونے کی حالت میں وفات دے، اور زمرہ مساکین میں ہی مجھے قیامت کے دن اٹھا۔

سید الانبیاءؐ کے کھانے پر لطیف بحث

حضرت مہدی موعود علیہ السلام نے اپنی تحریرات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان فقر و درویشی پر ایسے عارفانہ انداز میں روشنی ڈالی ہے۔ کہ روح وجد کر اٹھتی ہے۔ جون ۱۹۰۷ء کا واقعہ ہے کہ آپ کو یہ اطلاع پہنچی کہ ایک عالم دین نے فیروز پور میں یہ کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سیر ہو کر کبھی کھانا کھایا ہے اس پر حضور نے اپنے قلم مبارک سے ایک خط لکھا جس میں طیبین و طاہرین اور نبیوں کے سردار محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے کھانے کی نوعیت و کیفیت کو لطیف پیرایہ میں بیان کرتے ہوئے تحریر فرمایا کہ:-

"طیبین اور طاہرین کا سیر ہو کر کھانا اس قسم کا سیر ہونا نہیں جو ان لوگوں کا ہوا کرتا ہے جن کے حق میں اللہ نے فرمایا ہے کہ ایسے کھاتے ہیں۔ جیسے چارپائے کھایا کرتے ہیں۔ اور آگ ان کا ٹھکانا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی وقت سیر ہو کر کھانا اور ہی نور ہے اور اگر اس سیری کو ان لوگوں کی طرف نسبت دی جائے جن کا اصل مقصد اکل و شرب اور تمتع ہے اور جن کی نگاہ نفسانی خواہشات کے استیفاء تک محدود ہیں تو اس سیری کو ہم ہرگز سیری نہیں کہہ سکتے۔ سیری کی تعریف میں پاکوں اور مقدسوں کی اصطلاح اور ناپاکوں اور شکم پرستوں کی اصطلاح الگ الگ ہے اور پاک لوگ اسی قدر غذا کھانے کا نام سیری رکھ لیتے ہیں کہ جب فی الجملہ حرقت جوع دور ہو جائے اور حرکات و سکنات پر قوت حاصل ہو جائے تو ضرورت کی سیری یہی ہے کہ اس

---

[1] مندرجہ بالا واقعات کی تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو۔ ترمذی (کتاب الزھد و ابواب صفۃ القیامۃ) دیباچہ تفسیر القرآن حضرت مصلح الموعود۔ سیرت خاتم النبیین حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب۔ سیرۃ النبی حصہ اول جلد دوم۔ علامہ سلیمان ندوی صاحب۔

قدر غذا کھاوے جو اسکی پشت کو قائم رکھے اور حقوق واجبہ ادا کر سکے پس جو سید المومنین ہے اس کی سیری کا قیاس عام لوگوں کی سیری پر قیاس مع الفارق ہے - اسی طرح بہت سے لوگوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شان عظیم کو نہیں سمجھا. اور الفاظ کے مورد استعمال کو ملحوظ نہیں رکھا اور اپنے تئیں غلطی میں ڈال لیا ہے۔ آنحضرت کا کسی وقت یہ فرمانا کہ میں سیر ہو گیا ہوں ہرگز اس قول کا مترادف نہیں کہ جو دنیا داروں کے منہ سے نکلتا ہے جنہوں نے اصل مقصد اپنی زندگی کا کھانا ہی سمجھا ہوا ہوتا ہے. غرض پاکوں کا کلام اور کلام پاکوں کے مراتب عالیہ کے موافق سمجھنا چاہیئے۔"

(مکتوبات احمدیہ جلد اول صفحہ ۲۷-۲۸

مکتوب ۲۱ رجون ۱۸۸۳ء)

تعدد ازدواج کی بناء پر ایک آریہ سماجی کی بدزبانی

دسمبر ۱۹۰۶ء میں وچھووالی لاہور کی کانفرنس میں ایک بدزبان، خبیث الفطرت اور دریدہ دہن آریہ سماجی ڈاکٹر چرنجیو بھاردواج نے نہایت شوخی اور بے باکی سے دنیا کے زہد و ورع کے تاجدار پاکوں کے سردار محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات پر شرمناک حملے کئے اور یہاں تک کہ کہا کہ (نعوذ باللہ) آپ کی زندگی پرُتر تھی - اور آپ تعدد ازدواج کی وجہ سے حیوانی خواہشات کی طرف بہت مائل تھے (نعوذ باللہ)

حضرت مہدی موعودؑ کا ردِ عمل

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں جب یہ اطلاع پہنچی۔ تو حضور نے ان احمدیوں پر سخت خفگی کا اظہار فرمایا جو گالیوں اور دشنام طرازیوں کے اس اخلاق سوز ماحول میں بیٹھے رہے۔ چنانچہ سیدنا حضرت المصلح الموعودؓ کا بیان ہے کہ

"آپکو اس قسم کا غصہ پیدا ہوا کہ ویسا غصہ آپ میں بہت ہی کم دیکھا گیا۔ آپ بار بار فرماتے - دوسرے (مسلمانوں)... کو کیا علم ہے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی کیا شان ہے۔ لیکن ہم نے تو اس طرح اسلامی تعلیم کو کھول کھول کر بیان کر دیا ہے اور اس طرح رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے فضائل اور کمالات کو روشن کیا ہے کہ اس کے بعد یہ تسلیم ہی نہیں کیا جا سکتا کہ ہماری جماعت کو یہ معلوم نہیں تھا کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی کیا شان ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تمہیں تو ایک منٹ کے لئے بھی اس جگہ پر بیٹھنا نہیں چاہیئے تھا. بلکہ جس وقت اس نے یہ الفاظ کہے تھے تمہیں اسی وقت کھڑا ہو جانا چاہیئے تھا. اور اگر وہ تمہیں نکلنے کے لئے راستہ نہ دیتے تو پھر اس ہال کو خون سے بھرا ہوا ہونا چاہیئے تھا"

(الفضل جنوری ۱۹۴۴ء صفحہ ۳)

اس روح فرسا واقعہ سے غیرتِ رسول کا وہ
جذبہ جو حضرت اقدس علیہ السلام کے قلبِ صافی میں
ہمیشہ جاری وساری رہتا تھا ایک بے پناہ طوفان بن
کر امڈ آیا اور آپ نے آریہ سماجی شاتمِ رسول کے
دلآزار الزامات اور تحقیر آمیز کلمات اور سراسر دروغ
اور جھوٹی تہمتوں کے جواب میں دن رات ایک کر کے
پونے چار سو صفحات کی ایک ضخیم کتاب تالیف فرمائی۔
یہ معرکۃ الآراء کتاب "چشمہ معرفت" تھی۔ جو آپ کی وفات
سے صرف چند روز قبل شائع ہوئی۔ اور جس نے معاندین
اسلام کے ان بے ہودہ الزامات کے پرخچے اڑا
دیئے۔ اور قیامت تک کے لئے دشمنانِ محمدؐ کو لاجواب
اور ساکت کر دیا۔

آنحضرتؐ کی خدا نما زندگی پر ایک عاشقانہ نظر

حضور نے اس کتاب میں تعدد ازدواج کی بناء
پر کئے جانے والے اعتراض کا جو زبردست جواب دیا
وہ دفاعِ رسولِ عربی کے باب میں ایک زندہ اور دائمی
شاہکار کی حیثیت رکھتا ہے۔ حضور نے فرمایا:-

"اگر ہمارے سید و مولیٰ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم بیویاں نہ کرتے تو
ہمیں کیونکر سمجھ آسکتا کہ خدا کی راہ
میں جانفشانی کے موقعہ پر آپ ایسے
بے تعلق تھے کہ گویا آپ کی کوئی بیوی
بھی نہیں تھی۔ مگر آپ نے بہت سی
بیویاں اپنے نکاح میں لاکر صدہا امتحانوں
کے موقعہ پر ثابت کر دیا کہ آپ کو
جسمانی لذات سے کچھ بھی غرض نہیں۔
اور آپ کی ایسی مجردانہ زندگی ہے کہ
کوئی چیز آپ کو خدا سے روک نہیں سکتی
تاریخ دان لوگ جانتے ہیں کہ آپ کے
گھر میں گیارہ لڑکے پیدا ہوئے تھے اور
سب کے سب فوت ہو گئے تھے۔ اور
آپ نے ہر ایک لڑکے کی وفات کے
وقت یہی کہا تھا کہ مجھے اس سے کچھ
تعلق نہیں میں خدا کا ہوں اور خدا کی
طرف جاؤں گا۔ ہر ایک دفعہ اولاد کے
مرنے میں جو لختِ جگر ہوتے ہیں۔ یہی منہ
سے نکلتا تھا کہ اے خدا ہر ایک چیز
پر تجھے مقدم رکھتا ہوں۔ مجھے اس اولاد
سے کچھ تعلق نہیں۔ کیا اس سے ثابت
نہیں ہوتا کہ آپ بالکل دنیا کی خواہشوں
اور شہوات سے بے تعلق تھے۔ اور خدا
کی راہ میں ہر ایک وقت اپنی جان ہتھیلی
پر رکھتے تھے۔"

حضرت امام مہدی علیہ السلام اسی کتاب میں آگے
تحریر فرماتے ہیں کہ

"ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ
(آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم) کے گھر میں
گئے اور دیکھا کہ گھر میں کچھ اسباب نہیں
اور آپ ایک چٹائی پر لیٹے ہوئے ہیں
اور چٹائی کے نشان پیٹھ پر لگے ہیں تب
عمرؓ کو یہ حال دیکھ کر رونا آیا۔ آپ
نے فرمایا اے عمرؓ تو کیوں روتا ہے؟
حضرت عمرؓ نے عرض کی کہ آپ کی

تکالیف کو دیکھ کر مجھے رونا آگیا۔ قیصر اور کسریٰ جو کافر ہیں آرام کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اور آپ ان تکالیف میں بسر کرتے ہیں۔ تب آنجناب نے فرمایا مجھے اس دنیا سے کیا کام میری مثال اس سوار کی ہے جو شدتِ گرمی کے وقت ایک اونٹنی پر جا رہا ہے۔ اور جب دوپہر کی شدت نے اسکو سخت تکلیف دی۔ تو وہ اسی سواری کی حالت میں دم لینے کے لئے ایک درخت کے سایہ کے نیچے ٹھہر گیا۔ اور پھر چند منٹ کے بعد اسی گرمی میں اپنی راہ لی۔[1]

اسی سلسلہ میں لکھا:۔

"اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ قل ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین[2] یعنی اے نبی لوگوں کو کہہ دے کہ میں صرف خدا کا پرستار ہوں۔ دوسری کسی چیز سے میرا تعلق نہیں اور میرا زندہ رہنا اور میرا مرنا صرف اس خدا کے لئے ہے جو تمام عالموں کا پروردگار ہے۔ دیکھو اس آیت میں کیسی ماسوی اللہ سے بے تعلقی ظاہر کی گئی ہے ؎

چناں زندگی کن کہ با صد عیال
نداری بدل غیر آں ذوالجلال

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے ازاں بعد نہایت پُرجلال انداز میں حق لقین اسلام کو مخاطب کیا تحریر فرماتے ہیں:۔

"کیا خدا تک پہنچنے کے لئے یہی راہ ہے کہ کوئی شخص بیوی نہ کرے۔ اگر یہی بات ہے تو یہ نسخہ بہت سہل ہے اور اس سے لازم آتا ہے کہ جن کو بیوی میسر نہیں آتی۔ یا ان امور پر قادر نہیں ہو سکتے وہ سب خدا کے ولی اور دوست سمجھے جائیں۔ نہیں بلکہ وہ راہ بہت دور ہے۔ اور وہ مقام انہی کو میسر آتا ہے جو خدا کی راہ میں کھوئے جاتے ہیں اور صدق اور صفا کے مرحلہ کو اس منزل تک طے کر لیتے ہیں جو سچ مچ اور درحقیقت خدا کے لئے اپنے وجود سے مر ہی جاتے ہیں انکو خدا سے کوئی چیز نہیں روکتی۔ نہ وہ بیویاں جو ان کی پیاری اور عزیز ہوتی ہیں۔ اور نہ وہ اولاد جو ان کے جگر گوشہ کہلاتے ہیں۔"

آخر میں فرمایا:۔

"عجیب قسم کے یہ پاک دل لوگ ہیں جو باوجود ہزارہا تعلقات کے پھر بھی کسی سے تعلق نہیں رکھتے۔ وہ

---

[1] ابن ماجہ ص۳۱۳ (باب ضجاع آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم)
[2] الانعام ع ۲۰

ایسے ماسوی اللہ سے بے تعلق ہوتے
ہیں کہ اگر ان کی ہزار بیوی ہو اور ہزار
لڑکا ہو پھر بھی ہم قسم کھا کر کہہ سکتے
ہیں کہ انکی ایک بھی بیوی نہیں اور نہ
ان کا لڑکا ہے۔ انکو یہ اندھی دنیا نہیں
جانتی کہ وہ کس مقام پر ہیں اور کون
انکو جانتا ہے مگر وہی جس نے انکو
یہ پاک فطرت عطا کی ہے یا وہ جس کو
اسکی طرف سے آنکھیں دی جائیں دیتی
ہیں کروڑہا ایسے پاک فطرت گزرے
ہیں اور آگے بھی ہوں گے لیکن ہم
نے سب سے بہتر اور سب سے اعلیٰ
اور سب سے خوبتر اس مردِ خدا کو پایا
ہے جس کا نام ہے محمد صلی اللہ
علیہ وسلم۔ ان اللہ و ملٰئکتہ
یصلون علی النبی یا یھا الذین
امنوا صلوا علیہ وسلموا
تسلیما"
(چشمۂ معرفت ص ۲۸۵ تا ص ۲۸۹
طبع اوّل)

محمدؐ عربی بادشاہ ہر دو سرا
کرے ہے روح قدس جسکے در کی دربانی
اسے خدا تو نہیں کہہ سکوں پہ کہتا ہوں
کہ اسکی مرتبہ دانی میں ہے خدا دانی

صحابہ رسولؐ کا کمال روحانی

کیا ہی باکمال اور مبارک تھے وہ صحابہ
رضوان اللہ علیہم جنہوں نے فقر و درویشی
کی مملکت کے اس عظیم الشان شہنشاہ کو اپنی
روحانی آنکھوں سے دیکھا اور پھر اپنے تئیں اس کے
ادنیٰ غلاموں، خادموں اور چاکروں میں شامل ہو کر
اس کے قدموں پر سب کچھ قربان کر دیا۔ حضرت مہدی
موعودؑ کیا خوب فرماتے ہیں :-
"مجھے آہ کھینچ کر یہ کہنا پڑتا ہے
کہ کھلے نشانوں کے طالب وہ تحسین
کے لائق خطاب اور عزت کے لائق
مرتبے میرے خداوند کی جناب میں
نہیں پا سکتے جو ان راستبازوں
کو ملیں گے جنہوں نے چھپے ہوئے
بھید کو پہچان لیا اور جو اللہ جلشانہٗ
کی چادر کے تحت میں ایک چھپا ہوا
بندہ تھا۔ اس کی خوشبو ان کو آگئی
انسان کا اس میں کیا کمال ہے۔
کہ مثلاً ایک شہزادہ کو اپنی فوج اور
جاہ و جلال میں دیکھ کر پھر اس
کو سلام کرے۔ باکمال وہ آدمی
ہے جو گداؤں کے پیرایہ میں
اس کو پاوے اور شناخت
کر لیوے"
(آئینہ کمالات اسلام ص ۳۵۳
طبع اوّل سن اشاعت ۱۸۹۳ء)

اللّٰھم صل علیٰ محمد وعلیٰ
اٰل محمد وبارک وسلم

قَصِيدَةٌ فَرِيدَةٌ فِي مَدْحِ الرَّسُولِ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کے عربی قصائد میں سے جو آپؑ نے سید الاولین و الآخرین محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں رقم فرمائے چند اشعار درج ذیل ہیں۔ (ایڈیٹر)

يَا عَيْنَ فَيْضِ اللهِ وَالْعِرْفَانِ — يَسْعَى إِلَيْكَ الْخَلْقُ كَالظَّمْآنِ

يَا بَحْرَ فَضْلِ الْمُنْعِمِ الْمَنَّانِ — تَهْوِي إِلَيْكَ الزُّمَرُ بِالْكِيزَانِ

يَا شَمْسَ مُلْكِ الْحُسْنِ وَالْإِحْسَانِ — نَوَّرْتَ وَجْهَ الْبَرِّ وَالْعُمْرَانِ

يَا لَلْفَتَى مَا حُسْنُهُ وَجَمَالُهُ — رَيَّاهُ يُصْبِي الْقَلْبَ كَالرَّيْحَانِ

وَجْهُ الْمُهَيْمِنِ ظَاهِرٌ فِي وَجْهِهِ — وَشُئُونُهُ لَمَعَتْ بِهٰذَا الشَّانِ

فَاقَ الْوَرَى بِكَمَالِهِ وَجَمَالِهِ — وَجَلَالِهِ وَجَنَانِهِ الرَّيَّانِ

لَاشَكَّ أَنَّ مُحَمَّدًا خَيْرُ الْوَرَى — رِيْقُ الْكِرَامِ وَنُخْبَةُ الْأَعْيَانِ

تَمَّتْ عَلَيْهِ صِفَاتُ كُلِّ مَزِيَّةٍ — خُتِمَتْ بِهِ نَعْمَاءُ كُلِّ زَمَانِ

يَا رَبِّ صَلِّ عَلَى نَبِيِّكَ دَائِمًا — فِي هٰذِهِ الدُّنْيَا وَبَعْثٍ ثَانِ

يَا سَيِّدِي قَدْ جِئْتُ بَابَكَ لَاهِفًا — وَالْقَوْمُ بِالْإِكْفَارِ قَدْ آذَانِ

أُنْظُرْ إِلَيَّ بِرَحْمَةٍ وَتَحَنُّنٍ

يَا سَيِّدِي أَنَا أَحْقَرُ الْغِلْمَانِ

(کتاب آئینہ کمالات اسلام)

معاہداتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

محترم جناب محمد زکریا صاحب - بی اے ایل ایل بی - ٹورنٹو کینیڈا

(۱)

حضرت محمد مصطفیٰ (فداہ نفسی و روحی) صلی اللہ علیہ وسلم کا عہدِ حکومت ۲۳ سال (۶۱۰ - ۶۳۲ء) کے عرصہ پر پھیلا ہوا ہے لیکن اگر آپ حضور کی ساری حیاتِ طیبہ نہایت مصروف [illegible] کے دس سال کا عرصہ بہت ہی مصروف گزرا یہی وہ دس سال ہیں جن میں سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نئے شہر میں جا کر اپنے آپ کو اور اپنے متبعین کو آباد کیا مزید براں اسلامی حکومت کی بنیاد رکھنے کے لئے وہ معاہدات کئے جن کی تفصیل یہاں مطلوب ہے۔

معاہدات کی تفصیل کو احاطہ تحریر میں لانے سے قبل ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس دور کی سیاسی حالت کا مختصر سا خاکہ پیش کیا جائے تا قاری کو معاہدات کے سمجھنے اور تعبیر کرنے میں آسانی ہو نیز وہ حالات روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جائیں جن کی بنا پر آپ نے معاہدات کئے۔

اس زمانہ میں تمام جزیرہ نمائے عرب قبیلوں میں منقسم تھا۔ لوگ مختلف قبائل میں منقسم تھے ہر قبیلہ کی اپنی اپنی سیاسی آزادی اور اپنا اپنا [illegible] تھی یہود سے

عرب میں کوئی مرکزی (وفاقی) حکومت نہ تھی۔ باسوائے مکہ کے جو ایک خود مختار شہری مملکت تھا شہر مکہ گو چند مربع میل پر مشتمل تھا لیکن شہر کا مرکزی نظام قریب ۱۲۵ میل کے رقبہ پر حاوی تھا۔ مکہ میں [illegible] ۲۵ کے قریب مرکزی دفاتر تھے جن میں مذہبی امور، مالیات، امورِ خارجہ، عدلیہ قابلِ ذکر ہیں۔

مکہ کے برعکس مدینہ شہر میں انتشار ہی انتشار تھا۔ لوگ قبیلوں میں منقسم تھے۔ عربوں میں اوس و خزرج کے بارہ قبائل تھے جبکہ یہودیوں کے تین قبائل بنو قینقاع - بنو نضیر اور بنو قریظہ میں منقسم تھے۔ تمام قبائل کی آپس میں رقابت نسل در نسل چلی آرہی تھی۔ بعض عربوں نے یہودیوں کے ساتھ معاہدات کر رکھے تھے جس پر دوسرے عربوں کی ایسے عربوں کے ساتھ چپقلش رہتی تھی چنانچہ وہ بھی یہودیوں کے ساتھ معاہدے کر لیتے۔ یہی انتشار اور رقابت تھی جس کی بنا پر بعض قبائل قریش مکہ کی مدد کے امیدوار رہتے تھے۔

مکہ میں مختلف زمانوں میں مختلف قبائل کی حکمرانی رہی۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم

---

۴ "وزڈم آف پرافٹ" از محمد ظفر اللہ خان صاحب مطبوعہ لنڈن - صفحہ ۳۔

۵ "لائف آف محمد" از صوفی مطیع الرحمٰن مرحوم مطبوعہ امریکہ ۱۹۲۱ء صفحات ۲۶ - ۱۷۔

ضرورت مندوں کے لئے سوشل انشورنس کا ذکر تھا
اس آئین کی ۵۲ دفعات ہیں جس کی زبان اس زمانہ
میں مروجہ قانونی زبان کا معراج ہے۔

آئینِ مدینہ کا پس منظر

جب مکہ والوں نے حضور ﷺ کی تعلیمات
و عقائد سنے تو وہ لوگ آپ سے نفرت کرنے لگے
رفتہ رفتہ یہ نفرت دشمنی کی صورت اختیار کر گئی۔ آپؐ
کے ننھیالی تعلقات طائف اور مدینہ میں تھے۔
چنانچہ مکہ والوں کی مخالفت کے پیش نظر آپؐ نے
اہل طائف کو پیغام حق پہنچانے کے لئے ہجرت فرمائی
اور طائف تشریف لے گئے مگر وہاں دشمنی مکہ والوں سے
[illegible] میں سے کوئی ایک اچھی
[illegible] ایذا رسانی اس حد تک
بڑھ گئی کہ مکہ دوبھر ہو گیا۔ شہر چھوڑنے کے سوا
کوئی چارہ نہ تھا۔ طائف میں قیام کے دوران آپؐ مدینہ
کے چند ایک شہریوں کو اس بات پر آمادہ کرنے میں کامیاب
ہو گئے کہ وہ آپؐ کو ساتھیوں سمیت مدینہ ہجرت کرنے
پر پناہ دیں گے۔ مہاجرین کی تعداد صرف چند سو تھی جبکہ
مدینہ کی کل آبادی پانچ سے دس ہزار تھی جس میں یہودی
نصف کے قریب تھے۔

جب آپ مدینہ تشریف لائے تو آپ کے
سامنے درج ذیل مسائل فوری توجہ کے تھے:

(۱) مہاجرین کی آبادکاری
(۲) یہودیوں کے ساتھ تعلقات
(۳) مدینہ کا دفاع
(۴) شہریوں کے اور مسلمانوں کے حقوق و فرائض۔
(۵) مکہ والوں کے ہاتھوں مسلمانوں کے مالی و
جانی نقصان کا معاوضہ۔

چنانچہ آپؐ نے مدینہ پہنچنے کے چند ماہ بعد
دستور تحریر فرمایا جس کو آخری صورت صحابہ رضؓ کے مشورہ
سے دی گئی۔ یہ آئین فی الحقیقت declara-
tion of [illegible] تھا جس میں
شہری ایڈمنسٹریشن کا ذکر تھا اور جس نے مدینہ کو
CITY-STATE کی حیثیت دی۔[1]

آئینِ مدینہ کی بعض اہم دفعات

(۱) مسلمانوں کو ایک منفرد سیاسی گروہ مانا گیا جو
انصار اور مہاجرین پر مشتمل ہے یہ گروہ آپؐ کے احکامات
کی تعمیل کرے گا۔

(۲) جنگ اور امن کا فیصلہ پورا شہر کرے گا۔ شہر
کا ایک وارڈ دشمن سے معاہدہ نہ کر سکے گا۔ ہر نوجوان
جنگ لڑے گا (ملٹری سروس) جنگ مختلف فوجی
دستوں کے ذریعہ لڑی جائے گی تا ایک دستہ لڑے
تو دوسرا آرام کر سکے۔

(۳) کوئی غیر مسلم کسی قریش مکہ کو پناہ نہ دیگا
اور نہ مسلمان کسی غیر مسلم کو مدد دیں گے۔

(۴) جنگ کی صورت میں ہر قبیلہ اخراجات کا
ذمہ دار ہو گا۔ شہر کا ایک وارڈ اگر اخراجات برداشت
نہ کر سکے تو دوسرا وارڈ مدد کرے گا۔

---

[1] [illegible]
([illegible]) [illegible]
[illegible]

(۵) قتل کا بدلہ قتل سے لیا جائے گا ہاں ورثاء کو معاوضہ قبول کرنے کا حق ہو گا۔

(۶) تمام مقدمات اور جھگڑوں کا فیصلہ آنحضورؐ کریں گے آپ کا فیصلہ آخری ہو گا۔

(۷) مدینہ کے شہریوں کو رسولِ پاکؐ کی اجازت کے بغیر اعلانِ جنگ کی اجازت نہ ہو گی۔

(۸) یہودی اپنے مذہب پر عمل کریں اور مسلمان اپنے مذہب پر

(۹) فریقین جنگ اور امن دونوں حالتوں میں متحد رہیں گے۔

(۱۰) ہر اجنبی یا مسافر جو کسی مدنی شہری کی پناہ میں آئے اس سے شہری کا سا سلوک کیا جائے گا۔[۱]

—— (۴) ——

معاہدہ حدیبیہ سنہ ۶ھ

مدینہ میں مسلمان اکیلے تھے اور اتنی قوت نہ تھی کہ ایک وقت میں فزارہ و غطفان کے قبائل، خیبر کے یہودیوں، مکہ کے قریش سے مقابلہ کر سکتے مدینہ کی حفاظت اور مدافعت بھی ضروری تھی۔ اگر مسلمان مکہ والوں سے لڑیں تو خطرہ تھا کہ فزارہ و غطفان کے قبائل یا خیبر کے یہودی حملہ کر دیں گے یعنیہ اگر خیبر کے یہودیوں سے لڑا جاتا تو خطرہ تھا کہ مکہ کے قریش حملہ کر دیں گے گویا ایک وقت میں تین دشمنوں سے مقابلہ آسان اور عقلمندی نہ تھا مسلمانوں کے لئے صرف ایک راستہ تھا کہ دشمنوں میں سے ایک سے صلح کر کے دوست یا کم از کم غیر جانبدار بنا دیا جائے اور پھر دوسرے سے دو ہاتھ کئے جائیں۔ یوں جب ایک ختم ہو جائے۔ تو دوسرے سے مقابلہ کیا جائے۔

مدینہ میں آباد مسلمان مہاجرین سبھی مکہ کے رہنے والے تھے ان کے رشتہ دار بھی وہاں تھے چنانچہ آپؐ نے حج کے مہینہ میں مکہ جانے، طوافِ کعبہ، اور عمرہ کرنے کا ارادہ فرمایا آپؐ کے ساتھ ۱۴۰۰-۱۵۰۰ آدمی تھے۔ حج کا احرام آپؐ نے باندھا ہوا تھا۔ قربانی کے جانور ساتھ تھے۔ شروع میں جنگی ہتھیار ساتھ نہ لئے۔ بعد ازاں حضرت عمرؓ کے مشورہ سے فوجی محزون منگوا لیا۔ آپؐ کافی نوح مدینہ ہی چھوڑ آئے ایک مخبر جو مکہ والوں کے ارادے معلوم کرنے کے لئے بھیجا گیا تھا اس نے آکر بتلایا کہ وہ مقابلہ کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ حضورؐ مقام حدیبیہ پر پہنچ گئے جو مکہ سے ۱۲ میل دور ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان غنیؓ کو اپنا مختارِ کل بنا کے بھیجا تاکہ گفت و شنید کریں۔ قریش مکہ نے سہیل بن عمرو کو اپنا سفیر بنا کر حدیبیہ بھیجا۔ ردّ و قدح کے بعد قریش کے کئی ایک مطالبات کو مان لیا گیا اور مندرجہ ذیل معاہدہ ہوا جس کی دفعات یہ تھیں:—[۲]

(۱) [illegible] نام سے لے اللہ

---

[۱] یہاں صرف ضروری دفعات کا ذکر کیا گیا ہے۔ ابن اسحاق نے ۴۷ شقوں کا تذکرہ لفظ بہ لفظ اپنی کتاب میں کیا ہے جس کا عربی متن حمید اللہ کی کتاب میں موجود ہے "لائف آف محمدؐ" از حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ صفحہ ۲۴ پر بھی قدرے تفصیل ہے

[۲] معاہدہ کے متن کے لئے ملاحظہ ہو ڈاکٹر حمید اللہ کی کتب "رسولِ اکرمؐ کی سیاسی زندگی"

ختم ہوئی:-

(۱) جسم کے لباس کے ساتھ مع بیوی بچگان فوراً یہ لوگ خیبر سے چلے جائیں

(۲) یہ کہ ہتھیار۔ سونا۔ چاندی۔ فاتح کو دے دیئے جائیں۔

۹ھ میں اس سال تبوک کا عظیم معرکہ پیش آیا جس میں تیس ہزار مسلمانوں نے شرکت کی کسی معرکہ میں اتنے مسلمان کبھی شریک نہ ہوئے تھے چنانچہ مدینہ کے گردونواح میں یہودی چھوٹی بستیاں جرباء۔ اذرح۔ مقناء۔ تیماء یہودی بستیوں کے ساتھ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے معاہدات فرمائے۔

(۱) جرباء و اذرح سے معاہدہ

ان قبائل نے بغیر کسی جھگڑا یا لڑائی کے فی کس سالانہ ایک دینار جزیہ دینا منظور کرلیا۔

(۲) تیماء سے معاہدہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ھٰذا کتاب من محمد رسول اللہ لبنی عادیا ان لھم الذمة وعلیھم الجزیة ولا عداء ولا جلاء اللیل مد والنھار شد وکتب خالد بن سعید۔

(یہ تحریر اللہ کے رسول محمدؐ کی طرف سے بنو عادیا کے لئے ہے ان پر ذمہ داری ہے ان پر جزیہ ہوگا۔ نہ ظلم ہوگا نہ جلاوطنی۔ رات اس معاہدہ کو دراز کرے گی تو دن اس میں شدت پیدا کرے گا۔ خالد بن سعید نے تحریر کیا۔)

(۳) مقنا سے معاہدہ

درج ذیل دفعات قابلِ ذکر ہیں:-

(۱) اپنے غلام۔ جانور۔ کپڑے۔ نخلستانوں کی ربیع کی پیداوار۔ شکار ماہی کا ۱/۴ حصہ اسلامی حکومت کو ادا کریں گے۔

(۲) ان کو جزیہ سے معاف کیا گیا۔

(۳) گزشتہ و آئندہ خطائیں معاف ہوئیں انہیں جبری خدمت سے معاف کیا گیا۔

(۴) ان کا سردار یا ان میں سے ہوگا۔ یا "اہل رسول اللہ" میں سے

جنگ خندق سے قبل کے معاہدات

رمضان کریم ۲ ہجری میں (ہجرت کے ۷ ماہ بعد) آپؐ نے قریش سے متعلق اپنی سیاست طے کرلی تھی کہ ان پر معاشی دباؤ ڈالا جائے۔ چنانچہ آپؐ نے ایک فوجی دستہ قبائل جہینہ کے علاقے بمقام عیص بھیجا وہاں کا سردار مسلمانوں کا حلیف تھا فوجی دستہ میں سب مہاجرین ہی تھے وہاں کے سردار مجدی بن عمرو الجہنی سے جو معاہدہ ہوا۔ ابن سعد نے اسے یوں لکھا ہے:-

(الف) قبیلہ جہینہ سے معاہدہ۔

(۱) انھم آمنون علی انفسھم و اموالھم (ان کو ان کے جان و مال کی امان دی جاتی ہے)

(۲) وان لھم النصر علی من ظلمھم او حاربھم الا فی الدین والاھل۔

(جو ان کے خلاف جنگ کرے یا ان پر ظلم
کرے اس کے خلاف ان کو مدد دی جائے
گی۔ ماسوا دین اور اہل و عیال کے معاملہ میں)

(۳) ولاهل باديتهم من بر منهم
واتقىٰ ما لحاضرتهم (اور ان کے
خانہ بدوشوں کو بھی جو معاہدے کی تعمیل اور
عہد شکنی سے اجتناب کریں وہی حقوق ہوں
گے جو ان کی بستیوں میں رہنے والوں کے)

(۴) والله المستعان (اور اللہ ہی سے
مدد چاہی جاتی ہے)

(ب) بنی ضمرہ سے معاہدہ

قریش پر معاشی دباؤ کی واحد صورت
یہی تھی کہ ان کے تجارتی کاروانوں کا رستہ بند کر دیا
جائے۔ چنانچہ ایسے قبائل جو ان کاروانوں کے
راستوں پر تھے ان سے دوستی ضروری تھی۔

عیص۔ رابغ اور خرار کی بستیاں مدینہ
کے جنوب مغرب میں ساحل پر واقع ہیں۔ یہاں سے
قریش کے تجارتی قافلے شام و مصر جاتے آتے تھے
آنحضورؐ ۲ھ میں مدینہ کے جنوب مغرب میں
واقع کاروانی چوکی بنام الابواء تشریف لے
گئے۔ قریش کا کارواں کو روکنا مقصود تھا مسلمان
دیر سے آئے اور بنی ضمرہ کے سردار "مخشی بن عمرو"
سے معاہدہ کیا جس کی دفعات حسب ذیل ہیں:۔

(۱) بسم الله الرحمن الرحيم۔[1]

(۲) هذا كتاب من رسول الله لبني ضمرة
(یہ تحریر اللہ کے رسول کی طرف سے بنی ضمرہ
کے لئے ہے)

(۳) بانهم آمنون على اموالهم و
انفسهم (انہیں ان کے مال اور جان
پر امن ہوگا)

(۴) وان لهم النصر على من رامهم
بظلم (جو ان پر ظلم سے اچانک لوٹ
پڑے اس کے خلاف ان کو مدد دی جائیگی)

(۵) وعليهم نصر النبي ما بل بحر صوفة
الا ان يحاربوا في دين الله (اور ان
پر واجب ٹھہرا کہ نبی کی مدد اس وقت تک
کریں جب تک سمندر سیپی کو گیلا کرتا رہے
ماسوا اس کے کہ اللہ کے دین کے بارہ میں
وہ جنگ کریں)

(۶) وان النبي اذا دعاهم لنصره
اجابوه (اور یہ کہ نبی جب ان کو مدد
کے لئے بلائیں تو آپ کو لبیک کہیں گے)

(۷) عليهم بذلك ذمة الله ورسوله
(ان پر اس بارہ میں اللہ اور اس کے رسولؐ
کا ذمہ ہے)

(۸) ولهم النصر على من بر منهم
واتقىٰ (انہیں مدد اس شرط پر دی جائیگی
کہ وہ وعدہ وفائی کرتے رہیں (یعنی بد اعمالی۔
عہد شکنی) سے اجتناب کرتے رہیں)

(ج) بنو غفار سے معاہدہ

بنو غفار بنو ضمرہ کی ایک شاخ تھی۔
ابوذر غفاریؓ کا تعلق اسی سے تھا۔ بنو غفار سے

---

[1] بسم اللہ لکھنے کا رواج ۲ھ سے ہو چکا تھا

یا ذات کے بارے میں ان پر جبر کیا جائے گا۔

(۵) ان کے پاس جو قید ہو گا وہ انہیں کا ہو گا۔ ان کو حق حاصل ہو گا کہ اس کے متعلق جو چاہیں کریں۔

(۶) جو ثقیف کے خلاف ظلم کرے تو ثقیف کو رسول کریم اور تمام مسلمانوں کی مدد حاصل ہو گی۔

(۷) ان کا امیر (سردار) انہیں میں سے ہو گا۔

(۸) ان لوگوں سے جو قرض وصول طلب ہو انہیں راس المال کے سوا کچھ نہ ملے گا۔

(۹) بازار اور بیوپار گھروں کے صحنوں میں ہو گا۔

(۱۰) ثقیف کا جو حلیف ہو اس کو بھی ثقیف کے لئے طے شدہ امور حاصل ہوں گے۔

(۱۱) یہ مسلمانوں کا ہی گروہ ہیں جہاں چاہیں آ جا سکیں گے۔ (ابو عبید کتاب الاموال)

حاصل کلام

گزشتہ صفحات میں بیان کردہ معاہدات سے یہ بات عیاں ہوئی کہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد زمین پر جنگ و جدل نہیں بلکہ امن و امان کو قائم کرنا تھا۔ معاہدات کا مقصد ہی امن پیدا کرنا ہوتا ہے چنانچہ مسلمان تاریخ دان ہوں یا مغربی مستشرقین میں سے بھی کوئی اعتراض نہیں کر سکا کہ آپ نے کسی معاہدہ کی خلاف ورزی کی۔

بیان کردہ معاہدات کی قانونی زبان، الفاظ کا ٹھیک استعمال، ان کی ترتیب، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کا ٹھوس ثبوت ہیں جو بقیناً خداوند واحد کی عطا تھا۔ یہ معاہدات اس بات کا جیتا جاگتا ثبوت بھی ہیں کہ آپ کی زندگی کا واحد مقصد خدائے قہار کی بادشاہت اور حکومت اس دنیا میں قائم کرنا تھا۔ آپ کی اپنی ذات، یا ذاتی وقار یا شہرت یا طاقت سے ہرگز دلچسپی نہ تھی بلکہ آپ کا قوی ایمان اور یقین تھا کہ:—

(i) لَهُ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

(سورہ ۲۷۔ الحدید)

(ii) لِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔

(الحدید)

(iii) لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

(البقرہ-۲۵۶)

کہ آسمان و زمین کی بادشاہت اللہ کی ہے۔

—— یہ معاہدات اس بات پر روشنی ڈالتے ہیں کہ آپ نے اللہ کی مشیت کے مطابق اللہ کی حکمرانی کی خاطر اپنے مشن کا آغاز کیا اور اللہ کی مدد سے آپ تادم وصال نہایت کامیابی سے اس مشن کی کامیابی کیلئے کوشاں رہے۔

ہمارے اس نتیجہ کی تائید میں یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک واقعہ ٹھوس دلیل کا مرتبہ رکھتا ہے۔

قریش مکہ نے آپ اور آپ کے متبعین پر ہر وہ ظلم کر دیکھا جو ان کی سمجھ اور طاقت میں تھا لیکن جب یہ مظالم اور اذیتیں آپ کو اپنے مشن سے بددل کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے تو قریش مکہ مجبوراً سوچنے لگے کہ آخر آپ کو کس طرح رام کیا جائے۔ چنانچہ انھوں نے ایک تدبیر سوچی جس کے مطابق عتبہ نامی لیڈر کو آپ کے پاس مندرجہ ذیل پیش کش کے ساتھ بھیجا گیا۔ اور وہ یوں آپ سے مخاطب ہوا:—

اے محمد! اگر تم عرب کے تخت پر بیٹھنا چاہتے ہو تو ہم تم کو اپنا بادشاہ بنا لیں گے۔

اگر تم کو دولت چاہیئے تو ہم دولت دینے کو

تیار ہیں۔

اگر تم کو کسی خوبصورت ترین عورت کا ہاتھ درکار ہے تو ہم تم کو یہاں کی خوبصورت ترین عورت دینے کو تیار ہیں۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ان پیشکشوں کا جواب قرآن کی آیات سے دیا کہ میں تمہاری طرح کا ہی انسان ہوں۔ صرف مجھ پر خدا کا حکم نازل ہوتا ہے کہ تمہارا خدا صرف ایک خدا ہے۔

یہ واقعہ دعویٰ نبوت کے بہت جلد بعد کا ہے اگر فی الواقعہ آپؐ کو سیاست سے دلچسپی ہوتی تو آپؐ بادشاہت قبول کر لیتے مگر نہیں۔ اللہ کے رسول ہمارے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وسلم جس کی یاد ہر احمدی کا دل پسند مشغلہ ہے ایسی تمام دنیوی باتوں سے مبرا ہے۔

خدا کی حکمرانی کا قیام ہی وہ واحد مشن تھا جو آپؐ کے مقدس دل میں میخ کی طرح گڑا ہوا تھا اور وہ خدا۔ ہمارا پیارا خدا جس کی خاطر آپؐ سب کچھ کر رہے تھے اس نے کبھی آپؐ کو اکیلا نہ چھوڑا۔

آج کرۂ ارض پر پھیلے ہوئے کروڑوں مسلمان اپنی نمازوں میں صرف ایک شخص ہاں صرف ایک شخص دنیا کی پیاری شخصیت کا نام لیتے ہیں۔ لیتے رہے ہیں اور لیتے رہیں گے اور یقیناً دنیا کے اختتام تک بس کرۂ ارض کی فضا میں صرف ایک اللہ اور صرف ایک شخص کے نام سے بھری ہی رہے گی۔ اور وہ ہے محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

کلماتِ طیبات حضرت مسیح موعودؑ

آنحضرتؐ کی دعاؤں کی قوتِ تکوین

"یہ بات اربابِ کشف و کمال کے نزدیک بڑے بڑے تجارب سے ثابت ہو چکی ہے کہ کامل کی دعا میں ایک قوتِ تکوین پیدا ہو جاتی ہے۔ یعنی باذنہٖ تعالیٰ وہ دعا عالم سفلی اور علوی میں تصرف کرتی ہے۔ اور عناصر اور اجرام فلکی اور انسانوں کے دلوں کو اس طرف لے آتی ہے جو طرف مؤید مطلوب ہے۔ خدا تعالیٰ کی پاک کتابوں میں اس کی نظیریں کچھ کم نہیں ہیں۔ بلکہ اعجاز کے بعض اقسام کی حقیقت بھی دراصل استجابتِ دعا ہی ہے۔ اور جس قدر ہزاروں معجزات انبیاء سے ظہور میں آئے ہیں یا جو کچھ کہ اولیاء ان دنوں تک عجائب کرامات دکھلاتے رہے اس کا اصل اور منبع یہی دعا ہے اور اکثر دعاؤں کے اثر سے ہی طرح طرح کے خوارق قدرتِ قادر کا تماشا دکھلا رہے ہیں۔ وہ جو عرب کے بیابانی ملک میں ایک عجیب ماجرا گزرا کہ لاکھوں مُردے تھوڑے دنوں میں زندہ ہو گئے اور پشتوں کے بگڑے ہوئے الٰہی رنگ پکڑ گئے۔ اور آنکھوں کے اندھے بینا ہوئے اور گونگوں کی زبان پر الٰہی معارف جاری ہوئے اور دنیا میں یکدفعہ ایک ایسا انقلاب پیدا ہوا کہ نہ پہلے اس سے کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا۔ کچھ جانتے ہو کہ وہ کیا تھا؟ وہ ایک فانی فی اللہ کی اندھیری راتوں کی دعائیں ہی تھیں جنہوں نے دنیا میں شور مچا دیا۔ اور وہ عجائب باتیں دکھلائیں کہ جو اس امی بیکس سے محالات کی طرح نظر آتی تھیں۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلَیْهِ وَآلِهٖ بِعَدَدِ هَمِّهٖ وَغَمِّهٖ وَحُزْنِهٖ لِهٰذِهِ الْاُمَّةِ وَاَنْزِلْ عَلَیْهِ اَنْوَارَ ٭ رَحْمَتِكَ اِلَی الْاَبَدِ۔"

• (برکات الدعا۔ بحوالہ محامد خاتم النبیین صفحہ ۱۵۸)

رحمتِ دو جہاں

محترم جناب مبشر احمد صاحب وسیم گورداسپوری۔ راولپنڈی

دل مچلنے لگا کیا ہوا اے خدا کس کی رحمت مجھے آج گرما گئی
آج بہلا گئی آج تڑپا گئی اور ابرِ کرم مجھ پہ برسا گئی
رحمتِ دو جہاں کا کرم دیکھ کر بول اٹھتے ہیں دیر و حرم یک زباں
شاہِ بطحا پہ صدقے یہ دونوں جہاں جن کی خوشبو ہر اک گل کو مہکا گئی
سیّد الانبیاء عظمتِ کبریا۔ بزمِ امکاں میں جب جلوہ گر ہو گئے
ہو گئے پھر معطر زمین آسماں زلفِ عنبر جو اک بار لہرا گئی
کعبہ میں۔ لات و عزّا کے بت توڑ کر تو نے آدم کو عرفاں خودی کا دیا
تیرے انوار کی جو ہوئی روشنی درگہِ قصرِ شیطان تھرا گئی
جو مدینے کی گلیوں میں پہنچے ہیں ہم کیا بتائیں ہمارا عجب حال تھا
گنبدِ ماہِ طیبہ کے دیدار سے دل تڑپنے لگا۔ آنکھ بھر آ گئی
دل میں اب طاقتِ دردِ ہجراں نہیں تیرے بیمار کا اور درماں نہیں
میرے آقا مجھے دیں گے دیدار کب زندگی جب دمِ نزع پر آ گئی
میرے ماں باپ بھائی بہن اے وسیم تجھ سے وابستگی میں مریں یہ بھی
پائے اقدس کو چوموں ترے یہ مری تیرے دیدار کی امید بر آ گئی

رسولِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی مذہبی رواداری

محترم سید محمود احمد صاحب ناصر پروفیسر جامعہ احمدیہ:

"اللہ نور السموٰت والارض
مثل نورہ کمشکوٰۃ فیھا مصباح
المصباح فی زجاجۃ، الزجاجۃ
کأنھا کوکب دری یوقد من
شجرۃ مبارکۃ زیتونۃ لاشرقیۃ
ولاغربیۃ۔ یکاد زیتھا یضیئ
ولولم تمسسہ نار، نورٌ علیٰ
نور۔ یھدی اللہ لنورہ من یشاء
ویضرب اللہ الامثال للناس
واللہ بکل شیئٍ علیم۔"

خدا آسمان وزمین کا نور ہے۔ ہر ایک نور جو بلندی و پستی میں نظر آتا ہے اسی کے فیض کا عطیہ ہے۔ کوئی اس کے فیض سے خالی نہیں۔ وہی تمام فیوض کا مبداء ہے اور تمام انوار کا علت العلل اور تمام رحمتوں کا سرچشمہ ہے۔

اس کے نور کو تمثیلی طور پر اس طرح بیان کیا جا سکتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک میں اللہ کی وحی کا چراغ روشن ہے۔ حضور علیہ السلام کا قلب مبارک اس چراغ کے لئے نہایت مصفّی شیشے کا قندیل کی طرح ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک طبیعت، حضور علیہ السلام کی لطیف اور نورانی عقل اور آپ کے فطری پاکیزہ اخلاق اس چراغ کی روشنی کا باعث ہوئے۔

وحی الٰہی چونکہ اس نبی کی فطرت کے مطابق ہوتی ہے جس پر وہ نازل ہوتی ہے اور قرآن شریف چونکہ شدت و رحمت، ہیبت و شفقت، نرمی و درشتی کا جامع ہے اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ و دل اس قابل ٹھہرا کہ اس پر یہ وحی نازل ہو کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مزاج مبارک نہایت درجہ وضع استقامت پر واقع تھا۔ نہ ہر جگہ حلم پسند تھا اور نہ ہر مقام پر غضب مرغوب خاطر تھا۔ بلکہ حکیمانہ طور پر محل اور موقع کی رعایت رکھنا طبیعت مبارک میں تھی۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کی جو جمالی اور جلالی صفات بیان کی گئی ہیں۔ ہمارے حضور علیہ السلام ان کے کامل ترین مظہر تھے۔ آپ کے وجود مبارک میں صفات حسنہ اور اخلاق کریمانہ کا ایک ایسا عجیب اعتدال اور توازن تھا افراط و تفریط سے پاک ایسا لطیف امتزاج تھا کہ اس پر تدبر کر کے ہمارے سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرح بے اختیار کہنا پڑتا ہے:۔

"لم ار مثلہ قبلہ ولا بعدہ"

(میں نے آپ سے پہلے اور آپ کے بعد آپ جیسا کوئی نہیں دیکھا)

قرآن مجید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا سب سے جامع، سب سے سچا، اور زمانہ کے لحاظ سے سب سے زیادہ قریبی ماخذ ہے۔ وہ غیر مسلم جنہوں نے حضورؐ کی سیرت پر کام کیا ہے وہ بھی مجبورانہ طور پر اس حقیقت کو ایک حد تک تسلیم کرتے تھے۔ مگر ہم مسلمانوں نے تو ابتداء سے ہی اپنی ماں سے عارفانہ طور پر یہ سبق سیکھا تھا۔ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا فقرہ كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنَ کہ قرآن حضور علیہ السلام کے اخلاق کی عکسی تصویر ہے۔ روح کو وجد میں لاتا اور دل کو گرماتا ہے۔ قرآن مجید بہت خوبصورت انداز سے سیرۃ نبوی کے حسن کے جلوے دکھاتا ہے۔ کبھی حضورؐ کو اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ کا مظہر اتم قرار دے کر حضورؐ کی صفات کا نقشہ کھینچتا ہے کبھی حکمت و دانش سے بھرے ہوئے احکامات دے کر حضورؐ کے قلب مطہر کے رجحانات اور میلانات کی جھلک دکھاتا ہے۔ کبھی ذوق صحیح اور عقل سلیم اور مزاج لطیف اور سنجیدگی خلق پر گراں گذرنے والی چیزوں سے منع کر کے حضورؐ کے سینۂ صافی کی کیفیت بتاتا ہے۔ کبھی براہ راست واضح طور پر آپؐ کا نام لے کر آپؐ کے خلق عظیم، آپؐ کے اسوۂ حسنہ، آپؐ کی ختم نبوت، آپ کا رحمۃ للعالمین ہونا، آپؐ کی معصومیت، آپؐ کی رأفت، شفقت اور محبت، آپؐ کی عبودیت کاملہ، آپؐ کے مقام محمود اور آپؐ کے سراپا محمدؐ ہونے کا ذکر کرتا ہے اور کبھی اشاروں میں کنایوں میں، عاشقانہ طرز کے ساتھ کھل کر نام لئے بغیر، گفتہ آید در حدیث دیگراں پر عمل کرتے ہوئے آپؐ ... [illegible] کے درجات رفیعہ کا ذکر کرتا ہے۔

خاکسار حضور علیہ السلام کی سیرۃ کے مذہبی رواداری کے پہلو پر کچھ عرض کرتا ہے۔ قرآن شریف نے اصولی طور پر سیرت کے اس پہلو کو بھی وضاحت سے بیان کیا ہے اور اس بارہ میں دونوں غلط انتہاؤں سے پاک، افراط و تفریط سے خالی، حضورؐ کے اس خلق کا ایک پاکیزہ نقشہ تفصیل سے کھینچا ہے۔ چنانچہ ایک عمومی اور نامکمل نظر میں قرآن شریف کے کوئی تیس مقامات سامنے آئے جہاں اس موضوع پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

مذہبی رواداری سے مراد یہ ہے کہ اپنے مذہب کو صحیح سمجھتے ہوئے مختلف مذہبی عقائد رکھنے والوں کے وجود کو تسلیم کرنا۔ ان کے آزادئ ضمیر و عقیدہ کے حق کو قبول کرنا۔ ان کے حقوق کا تحفظ اور ان کی ادائیگی کرنا۔ اختلاف عقیدہ کو عدل و انصاف اور معروف معاشرتی تعلقات و تحفظات کے رستہ میں حائل نہ ہونے دینا۔ اختلاف کی حدود کو غلط توسیع دینے کے بجائے اشتراک و اتحاد کے پہلوؤں کو اجاگر کرنا۔ مخالف کی حقیقی خوبیوں کے اقرار میں ضد و تعصب کو روک نہ بننے دینا۔ اپنے نقطۂ نظر کو مخالف تک احسن طریق سے پہنچانا، اس کے جذبات کا خیال رکھنا۔ اس کی قابل احترام شخصیات اور شعائر کی تضحیک نہ کرنا اور زبان اور قلم اور ہاتھ سے ہر قسم کی جارحانہ سرگرمیوں سے بچنا۔ اور ظاہر ہے کہ یہ رواداری۔ یہ وصف حقیقتاً اسی صورت میں قابل تعریف ہو سکتا ہے جب انسان اپنے مذہب کا پورے یقین سے قائل اور پوری شدت سے اس پر کاربند ہو۔ اگر کوئی شخص عملاً یا عقیدۃً خود اپنے مذہب پر قائم نہیں، اس کے دل میں اس کی صداقت کا یقین، اس کی اشاعت کے لئے تڑپ، اس کے استحکام کے لئے کوئی جذبہ و جوش نہیں تو ہو سکتا ہے کہ اس کی مذہبی رواداری دراصل اس بےحسی اور لاپرواہی کا نتیجہ ہو۔ مغرب کی موجودہ جھلک

دمک سے غلط طور پر متاثر ہونے والے بعض دفعہ اہلِ مغرب کی مذہبی رواداری کا تذکرہ کرتے ہیں اور یہ بھول جاتے ہیں کہ ان کی مذہبی جمود اور بے حسی کا ایک منفی پہلو ہے۔ اہلِ مغرب کی رواداری کا جائزہ لینے کے لئے تو یہ دیکھنا چاہیئے کہ جب ان کے بین الاقوامی سیاسی منافع پر ضرب پڑتی ہو۔ جب ان کی معاشی برتری زد میں آرہی ہو۔ جب ان کا ہر دل خطرہ میں ہو تو وہ کیا کچھ نہیں کرتے۔

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مذہبی عقائد پر جو پختہ یقین۔ جو مستحکم ایمان رکھتے تھے اسلام کی اشاعت کے لئے حضورؐ کے دل میں جو تڑپ، جو جوش جو لگن، جو جذبہ تھا اس کی خدمت میں جو ثابت قدمی اور اولوالعزمی حضورؐ سے ظاہر ہوئی وہ محتاجِ بیان نہیں مگر اس کے ساتھ ساتھ مخالفین سے مذہبی رواداری کا جو نمونہ آپؐ نے پیش فرمایا وہ بھی عدیم المثال ہے۔ آپؐ کی مذہبی رواداری افراط و تفریط سے پاک تھی۔ نہ حضورؐ نے اختلافِ مذہب کی بنا پر مذہبی رواداری کے بلند ترین مقام سے قدم ہٹایا اور نہ ہی مذہبی رواداری کے غلط استعمال کے ذریعہ اپنے بنیادی مذہبی عقائد پر آنچ آنے دی۔ حضورؐ نے مخالف سے حسنِ سلوک کیا۔ مگر مداہنت کے قریب بھی نہ گئے۔ اپنی ذات پر مخالفین کے ظلم و ستم کو برداشت کیا اور کبھی انتقام نہ لیا۔ مگر خدا کے محارم کے لیے حمیت پر جلالی تجلی بھی دکھائی۔ مخالفین کے آزادئ ضمیر و عقیدہ کے حق کو قبول کیا مگر بشیر و نذیر کے طور پر اپنی ذمہ داریوں کو بھی احسن طریق سے ادا کیا۔ مخالفین کے انبیاء و اولیاء کی عظمت و احترام کے قیام کا شاندار نمونہ پیش کیا مگر غرور کے اظہار کے بغیر اس بلند تر مقام کے بیان سے نہ رکے جو اللہ کی طرف سے آپؐ کو عطا ہوا تھا۔ خود کبھی مخالف پر جارحانہ پیش قدمی نہ کی مگر اپنے زمانۂ ماموریت کے نصف سے زیادہ سال ہر قسم کے دکھوں اور حملوں پر صبر کرنے کے بعد خدا کے اذن سے دشمنوں سے جارحانہ حملوں کا منہ توڑ جواب بھی دیا۔ اور مخالف کو مغلوب بھی کیا۔ مگر پھر معاف کر دیا۔ بغیر ضد اور تعصب کے مخالفین کے بزرگوں۔ ان کی کتابوں۔ ان کے عقیدوں اور ان کے عوام کی خوبیوں کو تسلیم کیا مگر اپنے منصب کے لحاظ سے خود مخالفین کی ہمدردی اور ان کے فائدہ کے مدنظر ان کی جن حد بندیوں اور کمزوریوں کا ذکر کرنا ضروری تھا۔ بلا جھجک کیا۔ ان کو دعوتِ اتحاد بھی دی مگر اپنے حق و حکمت کے اصولوں کو ترک نہ کیا۔ ان سے روابط و اشتراکات کو اجاگر کیا۔ مگر امتیازات و خصوصیات کو بھی یاد رکھا۔ الغرض ایک عجیب اعتدال۔ ایک لطیف توازن۔ جو بال سے زیادہ باریک اور تلوار کی دھار سے زیادہ تیز نظر آتا ہے۔ آپؐ کے خلقِ عظیم کے اس پہلو میں بھی نظر آتا ہے جس کو مذہبی رواداری کہا جاتا ہے۔

آپؐ کی سیرت کے اس پہلو کے متعلق چند باتیں قرآن شریف اور صحیح بخاری کی احادیث کی روشنی میں پیشِ خدمت ہیں۔

پہلی بات

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ مذہبی عدم رواداری کے اس بنیادی باعث کو کاٹ کر رکھ دیا گیا جو آپؐ کے ظہور کے وقت ساری دنیا پر حاوی تھا۔ حضورؐ سے قبل ساری مذہبی دنیا میں ملک اور قوم اور رنگ اور نسل اور زبان کے امتیاز اور برتری کی دیواریں حائل تھیں حضورؐ دنیا میں تشریف لائے اور دنیا کو مخاطب کر کے فرمایا۔

"یٰۤاَیُّہَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا الَّذِیْ لَہٗ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔"

یعنی اے ساری دنیا کے لوگو! جو کسی بھی ملک اور نسل اور زبان اور زمانہ سے تعلق رکھتے ہوئے ہو میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں جس کی مملکت اس ساری کائنات پر حاوی ہے۔ اب ساری دنیا کے لئے اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ اب کسی قوم کا یہ تصور کہ ہم اَبْنٰٓؤُا اللّٰہِ وَاَحِبَّآؤُہٗ ہیں۔ ہم خدا کی خاص قوم ہیں ختم ہوا۔ سب دنیا اب ایک قوم، ایک ملک اور ایک برادری ہے۔

مگر مذہبی رواداری کی اس عظیم مہم سے جو تاریخ عالم میں پہلی دفعہ شروع کی گئی۔ ان اقوام کو جو ماضی میں بلند روحانی مدارج حاصل کر چکی تھیں یہ غلط تاثر ہو سکتا ہے کہ اب ان کو اس بلند مقام سے نیچے اتارا گیا جس پر وہ فائز رہ چکی ہیں۔ حضورؐ نے اُن کی بھی دلجوئی فرمائی اور ان کو بشارت دیتے ہوئے کہا:۔

"ولو ان اھل الکتاب آمنوا واتقوا لکفرنا عنھم سیاٰتھم ولادخلنٰھم جنّٰت النعیم۔ ولو انھم اقاموا التورٰۃ والانجیل وما انزل الیھم من ربھم لاکلوا من فوقھم ومن تحت ارجلھم۔ منھم امّۃ مقتصدۃ وکثیر منھم ساء ما یعملون۔"

اہل کتاب یہ نہ سمجھیں کہ روحانی بادشاہت اب ان سے چھن رہی ہے بلکہ اس بادشاہت کے دروازے اب پہلے سے بڑھ کر ان پر کھل رہے ہیں اگر وہ ایمان لائیں اور تقویٰ اختیار کریں تو جو کمزوریاں ان سے صادر ہو چکی ہیں اُن کا بھی ہم اپنے فضل سے ازالہ کر دیں گے اور طرح طرح کی نعماء والی جنتوں میں اُن کو داخل کریں گے آسمانی رزق کے دروازے بھی ان پر کھولے جائیں گے اور اس دنیا کی نعماء بھی اُن کو دی جائیں گی۔

دوسری بات

مذہبی عدم رواداری کا ایک بڑا محرک اہل مذاہب کا یہ احساس رہا ہے کہ ان کے پاس جو تعلیم ہے وہ ایسی نادر و نایاب ہے جس سے دیگر مذاہب کلیۃً محروم ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مبعوث ہوتے ہی سابقہ مذاہب کو یہ خطاب فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے موجودہ روحانی سلسلہ کی حضرت آدمؑ کے ذریعہ داغ بیل ڈالتے ہوئے ہی میری بشارت اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً کے الفاظ میں دے دی تھی۔ مَاکُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ میں کوئی نیا نبی نہیں۔ میری تعلیم سابقہ مذاہب کی تعلیمات کا تسلسل اور تکمیل ہے میرے ظہور سے تمہارے انبیاء کی پیشگوئیاں پوری ہو رہی ہیں۔ اس لئے میرا ظہور، میری تعلیم تم میں حسد اور تلخی اور عدم رواداری پیدا کرنے کا باعث کیوں کر ہو سکتے ہیں۔

مذہبی رواداری کا یہ پہلو اپنے ساتھ یہ خطرہ بھی رکھتا تھا کہ اسلام کی دوسرے مذاہب پر حقیقی فضیلت اور برتری اور سابقہ مذاہب کے دائروں کی محدودیت نظر سے اوجھل ہو جائے۔ اس لئے حضورؐ نے بڑے واضح اور زور دار الفاظ میں اسلام کی سابقہ مذاہب پر فضیلت اور کمال کو بھی بیان فرما دیا۔

تیسری بات

مذہبی رواداری کی عمارت کی پہلی اینٹ ہر انسان کے لئے آزادیٔ ضمیر و عقیدہ کے حق کو تسلیم کرنا ہے۔ اس حق کو تسلیم نہ کرنے کی وجہ سے مذہب کی تاریخ میں عدم رواداری کے بدترین مظاہرے ہوئے ہیں۔ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی سچائی سے بھری ہوئی تعلیم مخالفین کے سامنے پیش کر دی پھر فرمایا:۔

" قل الحق من ربکم فمن شآء
فلیؤمن ومن شآء فلیکفر "

تمہارے رب کی طرف سے مرا یا حق میں نے پیش کر دیا ہے اب ماننا یا نہ ماننا تمہارے اختیار میں ہے لا اکراہ فی الدین دین کے معاملہ میں کوئی جبر نہیں۔

لیکن حضور علیہ السلام نے مخالفین کی ہمدردی اور بھلائی کے جذبہ کے ماتحت ان پر یہ بھی واضح کر دیا کہ اس حق سے بھری ہوئی تعلیم کے انکار کے عواقب کے تم خود ذمہ دار ہو گے۔ فرمایا:۔

" من شآء فلیؤمن ومن شآء
فلیکفر انا اعتدنا للظالمین
نارًا احاط بھم سرادقھا وان
یستغیثوا یغاثوا بماء کالمھل
یشوی الوجوہ بئس الشراب
وساءت مرتفقا "

کہ ماننا یا نہ ماننا تمہارے اختیار میں ہے مگر یہ یاد رکھو کہ عقلی دلائل اور آسمانی تائیدات کی موجودگی میں جو لوگ ظلم کی راہ سے انکار کریں گے ایسے ظالموں کے لئے ہم نے ایک ایسی آگ تیار کر رکھی ہے جس کی چار دیواری ان کو قید کرے گی۔ اگر وہ فریاد کریں گے تو ان کی فریاد رسی ایسے مشروب سے کی جائے گی جو پگھلے ہوئے تانبے کی طرح ہو گا اور چہروں کو جھلس کر رکھ دے گا۔ یہ مشروب بھی بہت برا ہو گا اور وہ جائے رہائش بھی نہایت مکروہ ہو گی۔

چوتھی بات

اختلاف مذہبی ہو یا دنیوی عدل و انصاف کے خون کرنے کا باعث ہوتا رہا ہے اور اب بھی ہے۔ وہ اقوام جو اندرونی طور پر عدل و انصاف کے اعلیٰ ترین معیار پر قائم رہیں بیرونی مخالفوں کے مقابلہ میں عدل و انصاف کے سب تقاضوں کو خیر باد کہہ گئیں۔ مگر جو شخص ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ان حالات پر تفصیلی نظر ڈالے گا جو حضور کو یہود اور مشرکین عرب کی وجہ سے پیش آئے۔ ایک طرف یہود کی سازشوں اور شرارتوں اور مشرکین کے مظالم پر نظر کرے گا اور دوسری طرف حضور علیہ السلام کے عدل و انصاف کا مشاہدہ کریگا وہ حضور کو اس آیت کریمہ کا مجسم نمونہ پائے گا جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

" یٰایھا الذین آمنوا کونوا
قوامین للّٰہ شھدآء بالقسط
ولا یجرمنکم شنآن قوم علٰی الّا
تعدلوا اعدلوا ھو اقرب للتقوٰی
واتقوا اللّٰہ ان اللّٰہ خبیر بما
تعملون " (المائدہ رکوع ۲)

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو تم اللہ کی خاطر انصاف کے ساتھ گواہی دینے کے لئے مضبوطی اور استقامت کے ساتھ استادہ ہو جاؤ اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس

بات پر ہرگز آمادہ نہ کرے کہ تم انصاف کا دامن چھوڑ دو تم عدل سے کام لو کیونکہ تقویٰ کے سب سے قریب ترین چیز عدل ہے اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور اس غلط فہمی میں نہ رہو کہ دشمنوں سے ناانصافی کرکے تم خدا کی ناراضگی سے بچ جاؤ گے۔ اِنَّ اللّٰہَ خَبِیْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ کیونکہ اللہ تمہارے اعمال سے خوب واقف ہے۔

پانچویں بات

مذہبی رواداری کا فقدان غیر مذاہب والوں سے حسنِ سلوک کے فقدان کا باعث بن سکتا ہے۔ حضور علیہ السلام کی زندگی مخالفین کے ساتھ حسنِ سلوک کے واقعات سے تابندہ ہے۔ آپؐ نے ظلم پر ظلم دیکھا اور احسان پر احسان کیا۔ دکھ اٹھائے مگر اِدْفَعْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ السَّیِّئَۃَ پر عمل کیا اور یَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَۃِ السَّیِّئَۃَ کا بہترین نمونہ دکھایا۔ فتح مکہ کے موقعہ پر آپؐ کا اعلانِ عفو تاریخِ عالم کا ایک بے نظیر واقعہ ہے۔ بخاری میں روایت ہے :-

"کان النبیّ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم
واصحابہ یعفون عن المشرکین
واھل الکتاب کما امرھم اللّٰہ و
یصبرون علی الاذیٰ۔"

کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہؓ مشرکوں اور اہلِ کتاب کی ایذا رسانیوں پر عفو سے کام لیتے اور ان کے دکھوں پر صبر کرتے اور قرآن کے اس حکم پر عمل فرماتے :-

" لَتُبْلَوُنَّ فِیْ اَمْوَالِکُمْ وَاَنْفُسِکُمْ
وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ
مِنْ قَبْلِکُمْ وَمِنَ الَّذِیْنَ اَشْرَکُوْا
اَذًی کَثِیْرًا وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا
فَاِنَّ ذٰلِکَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ۔"

کہ قضا و قدر کے مطابق اور مخالفین کی طرف سے تم پر جانی و مالی مصائب کے پہاڑ ٹوٹیں گے اور ان لوگوں سے جن کو تم سے پہلے کتاب دی گئی اور مشرک اقوام سے بھی تم بہت دل آزار باتیں سنو گے لیکن اگر تم صبر کرو اور خدا کو اپنی پناہ کا ذریعہ بناؤ تو یہ ایک عظیم کارنامہ ہوگا۔

چھٹی بات

مذہبی رواداری۔ مذہبی مخالفین کے جذبات کے احترام کا مطالبہ کرتی ہے۔ حضور علیہ السلام نے اس لحاظ سے مثالی نمونہ پیش کیا اور اس حد تک مخالفین کے مذہبی جذبات کے احترام کی تلقین فرمائی کہ ان لوگوں کے متعلق بھی جو پتھر اور مٹی کے بے جان اور بے حقیقت بتوں کو اس عظیم کائنات کا خالق و مالک قرار دیتے تھے یہی ارشاد کیا :-

"وَلَا تَسُبُّوا الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ
دُوْنِ اللّٰہِ فَیَسُبُّوا اللّٰہَ عَدْوًا بِغَیْرِ عِلْمٍ
کَذٰلِکَ زَیَّنَّا لِکُلِّ اُمَّۃٍ عَمَلَھُمْ
ثُمَّ اِلٰی رَبِّھِمْ مَّرْجِعُھُمْ فَیُنَبِّئُھُمْ
بِمَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ۔"

جن چیزوں کو تمہارے مخالفین خدا کے مقابلہ میں پکارتے ہیں ان کو بھی برا بھلا نہ کہو۔ گالی نہ دو۔ ورنہ وہ نادانی میں اللہ کو گالیاں دینے لگیں گے۔ بے شک ان کا یہ فعل حد درجہ نادانی کا ہے مگر ان کی محدود اور ناقص نظر اسی میں حسن دیکھتی ہے۔ جزا سزا کا معاملہ خدا نے اپنے ہاتھ میں رکھا ہے تمہیں یہ اختیار اپنے ہاتھ میں لینے کی ضرورت نہیں۔

حضور علیہ السلام نے مخالفین کے مذہبی پیشواؤں

کی عزت و احترام کے ذریعہ اُن کے جذبات کے احترام کا نہایت حسین اور حکیمانہ نمونہ پیش فرمایا۔ مذہبی اختلاف کی تاریخ کا یہ پہلو نہایت تاریک اور دل دوز مناظر اپنے اندر رکھتا ہے۔ حضور علیہ السلام نے صحابہؓ کو لا تخیرونی من بین الانبیاء اور لا تفضلونی علی موسٰی کہہ کر یہ نصیحت کی کہ گزشتہ انبیاء پر حضورؐ کی فضیلت کا ذکر اس طور سے نہ کیا کریں جس سے خواہ مخواہ دوسروں کی دلآزاری ہو۔ حضورؐ اور آپؐ کے ساتھ مومنوں نے ہر رسول کی تصدیق کی ہر نبی کو سچا کہا:۔

" آمَنَ الرَّسول بِمَا انزل اليه من
ربّه والمؤمنون۔ کُلٌّ آمن بِاللهِ
وملٰئِکتهٖ وکُتُبهٖ ورُسلهٖ۔ لا
نفرّقُ بَينَ احدٍ من رُّسُلهٖ وقالُوا
سَمِعْنا واَطَعْنا غُفرانَكَ رَبّنا وَ
اِلَيْكَ الْمَصِيْر۔ "

فرمایا کہ حضورؐ اور آپؐ کے ساتھ کے مومن اس کلام پر ایمان لائے جو آپؐ پر اُتارا گیا۔ یہ ایمان سابقہ مذاہب سے انقطاع کا باعث نہیں ہوا بلکہ اس ایمان کے نتیجہ میں وہ اللہ پر بھی ایمان لائے اور اس کی تمام کتابوں اور تمام رسولوں پر ایمان لائے اور اس ایمان کا نتیجہ یہ نکلا کہ انھوں نے لا نفرّق بَيْنَ اَحَدٍ مِنْ رُسُلهٖ ہم اللہ کے رسولوں میں کوئی فرق روا نہیں رکھتے۔ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ہم نے سب انبیاء کے ذریعہ آنے والے خدائی ارشاد کو سنا اور مانا اس لئے ہم اے رب تیری مغفرت کے طالب ہیں اور تیری طرف ہی ہمیں لوٹ کر جانا ہے۔

حضور علیہ السلام کا یہ عظیم کارنامہ ہے کہ آپؐ نے انبیاء اور بزرگوں سے وہ الزامات بھی دور فرمائے جو خود ان کے ماننے والوں نے لگائے تھے۔ ابراہیمؑ کے ماننے والوں نے نعوذ باللہ ان کو جھوٹا کہا۔ حضورؐ نے صدیق قرار دیا سلیمانؑ کی قوم نے ان کو کافر اور مشرک قرار دیا۔ حضورؐ نے مَا كَفَرَ سُلَيْمَانُ کی صدا بلند کی۔ موسیٰ کے ہاتھ کو بائبل نے کوڑھ کی بیماری بتائی اور حضورؐ نے ید بیضا قرار دیا۔ حضرت مسیحؑ کو پولوس نے نعوذ باللہ ملعون ٹھہرایا۔ حضورؐ کی زبانِ مبارک پر "مسیح کو مبارک" کہا گیا۔ کرشن کو ان کے ماننے والوں نے عیاش اور چور بنایا۔ حضورؐ نے ان کو خدا کا نبی بتایا۔ انجیل نویسوں نے حواریوں کو مسیح کی مصیبت کے وقت غدار اور لعنت بھیجنے والا لکھا مگر حضورؐ کے ذریعہ ان کا نعرہ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰه بیان کیا گیا۔

حضور علیہ السلام کو دوسرے انبیاء کے مقابلہ میں جو بلند ترین مقام حاصل تھا اس کا بیان بھی حضورؐ کا فرض منصبی تھا اور حضورؐ نے اپنے اس فرض کو بھی علی الاعلان ادا کیا۔ مگر اس طور سے کہ کسی کی بے جا دل شکنی نہ ہو۔ کسی کے جذبات کو خواہ مخواہ ٹھیس نہ لگے۔ بغیر گھمنڈ اور غرور کے اظہار کے اپنی ہر فضیلت بیان کی اور ہر فضیلت بیان کرتے ہوئے لَا فَخْرَ کے الفاظ دوہرائے۔

مذہبی لوگوں کے جذبات اپنے معابد کے ساتھ گہرے طور پر وابستہ ہوتے ہیں اور غیر مذاہب کے معابد کی بے حرمتی مذہبی عدم رواداری کا نتیجہ بنتی رہی ہے۔ حضورؐ نے مذہبی رواداری کے اس پہلو کا بھی خیال فرمایا اور عرب کے اس وحشیانہ ماحول میں یہ ندا بلند کی:۔

" ولولا دفع اللّٰه الناس بعضهم
ببعضٍ لهدّمت صوامعُ وبيع و
صلوات ومساجد يذكر فيها اسم
اللّٰه كثيرا۔"

کہ مسلمانوں کو جارحانہ جنگوں کے خلاف دفاع کی اجازت
اس لئے بھی دی جا رہی ہے کہ اگر یہ اجازت نہ دی جاتی تو
ظلم کی نوبت یہاں تک پہنچتی کہ گوشہ گزینوں کے خلوت خانے
عیسائیوں کے گرجے۔ یہودیوں کے معبد اور مسلمانوں کی
مسجدیں جہاں کثرت سے خدا کا ذکر کیا جاتا ہے۔ منہدم
کر دی جاتیں۔

ساتویں بات

مذہبی اختلاف ایک حد تک لازماً بعض معاشرتی
تعلقات کے دائرہ کو محدود کرتا ہے۔ کیونکہ جس طرح
بعض معاشرتی تعلقات گہرے علمی۔ عملی۔ زمانی۔ مکانی۔
قومی۔ نسلی۔ ثقافتی۔ سیاسی۔ تمدنی اور ملکی اشتراکات
رکھنے والوں کے درمیان ہی قائم ہو سکتے ہیں اسی طرح
بعض معاشرتی تعلقات لازماً مذہبی اشتراکات رکھنے
والوں کے درمیان ہی قائم ہو سکتے ہیں۔ مگر اس بات
کا غلط استعمال یہ نتیجہ بھی پیدا کر سکتا ہے کہ اختلاف
مذہب کی بنا پر جائز معاشرتی تعلقات کو ترک کر دیا
جائے اور یہ خطرہ بھی ممکن ہے کہ مذہبی مخالفین سے اس
طور سے معاشرتی تعلقات قائم کئے جائیں جو بنیادی مذہبی
صداقتوں پر ضرر رساں اثر ڈالنے والے ہوں۔ ہمارے نبی
صلے اللہ علیہ وسلم نے مذہبی رواداری کی ان دونوں انتہاؤں
سے پاک طریق اختیار کیا۔ ایک طرف حضور نے یہ تعلیم
دی کہ:۔

"الیوم اُحلّ لکم الطّیّبات و
طعام الّذین اوتوا الکتاب حِلٌّ
لکم و طعامکم حِلٌّ لھم والمحصنٰت
من المومنات والمحصنات من
الّذین اوتوا الکتاب من قبلکم
اذا اتیتموھن اجورھن محصنین
غیر مسافحین۔"

کہ آج تمام پاکیزہ چیزیں تمہارے لئے جائز قرار دی
جاتی ہیں اور ان لوگوں کا کھانا جن کو تم سے پہلے کتاب
دی گئی تمہارے لئے حلال ہے اور تمہارا کھانا ان کے
لئے حلال ہے اور پاکدامن مومن عورتوں اور پاک دامن
اہل کتاب عورتوں سے نکاح تمہارے لئے جائز کیا گیا ہے
مگر اس اجازت کے ساتھ حضور علیہ السّلام نے
لا تجد قوماً یومنون باللہ والیوم الاٰخر
یوادّون من حادّ اللہ میں یہ وضاحت بھی فرما دی
کہ ایسے معاشرتی تعلقات رکھنے کی اجازت نہیں جو
دینی غیرت کے خلاف ہوں جن کے نتیجہ اسلامی عقائد
وارکان کو خطرہ پیدا ہوتا ہو۔

آٹھویں بات

مذہبی اختلاف کی بنا پر عدم رواداری کے نتیجہ
میں ایک نقص یہ پیدا ہوتا ہے کہ اہل مذاہب اپنے
مذہبی مخالفین سے عقائد و اعمال میں اشتراکات کو
نظر انداز کرنے اور اختلافات کو اجاگر اور نمایاں کرنے
کی کوشش کرتے ہیں۔ اس کے بالمقابل مذہبی رواداری
کے نام پر یہ کوشش بھی کی جاتی رہی ہے کہ جھوٹی صلح
کی کھوکھلی خواہش کے نتیجہ میں لئے حقیقی مذہبی امتیازات
اور اختلافات پر پردہ ڈالا جائے اور مداہنت کا طریق
اختیار کیا جائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام
کے دوسرے مذاہب سے روابط و اشتراکات کا بار بار
ذکر فرمایا۔ چنانچہ فرمایا:۔

"شرع لکم من الدین ما وصّٰی بہ نوحاً والذی اوحینا الیک وما وصّینا بہ ابراھیم و موسیٰ و عیسیٰ ان اقیموا الدین ولا تتفرّقوا فیہ کبُر علی المشرکین ما تدعوھم الیہ ۔ اللہ یجتبی الیہ من یشاء و یھدی الیہ من ینیب"

کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اصولی طور پر وہی دین دیا ہے جس کی تاکید اس نے نوحؑ کو کی تھی ۔اسی شریعت کو اے نبیؐ ہم نے تجھ پر وحی کے ذریعہ نازل فرمایا ہے۔ اس کی تاکید ہم نے ابراہیمؑ کو کی ۔موسیٰؑ کو اور عیسیٰؑ کو کی اور اس شریعت کا اصل الاصول یہ ہے کہ اللہ کی اطاعت دنیا میں قائم کرو اور دین کے متعلق جھگڑا اور تفرقہ نہ کرو۔ مشرک چونکہ خدائے واحد کے منبع سے آنے والی اس شریعت کو چھوڑ کر جو تمام مذاہب میں مشترک ہے متعدد معبودوں کو اپنا معبود تسلیم کرتے ہیں اس لئے تمام شرائع کے اصولی طور پر اشتراک رکھنے اور ایک ہی منبع سے نکلنے کی یہ تعلیم جس کی طرف تم ان کو دعوت دیتے ہو ان پر بہت گراں گزرتی ہیں۔

مذہبی رواداری کے اس پہلو کے ساتھ حضورؐ نے اس کے غلط استعمال کا تدارک بھی فرمایا اور دوسرے مذاہب سے اختلافات و امتیازات کو بھی کھول کر بتا دیا۔ فرمایا:۔

"قل یاایھا الکافرون۔ لا اعبد ما تعبدون ولا انتم عابدون ما اعبد۔ ولا انا عابدٌ ما عبدتم ولا انتم عابدون ما اعبد۔ لکم دینکم ولی دین۔"

سنو اے کافرو! میں تمہارے طریق کے مطابق عبادت نہیں کرتا اور نہ تم میرے طریق کے مطابق عبادت کرتے ہو اور نہ میں ان کی عبادت کرتا ہوں جن کی تم عبادت کرتے چلے آئے ہو اور نہ تم اس کی عبادت کرتے ہو جس کی میں عبادت کر رہا ہوں ۔ یہ اعلان نتیجہ ہے اس بات کا کہ تمہارا دین تمہارے لئے ایک طریق کا مقرر کرتا ہے اور میرا دین میرے لئے دوسرا طریق کار مقرر کرتا ہے۔

نویں بات

مذہبی اختلاف کی صورت میں ہر مذہب والے کا یہ بنیادی فرض ہے کہ وہ اپنے نقطہ نظر کی تبلیغ دوسرے لوگوں کو کرے کیونکہ جو شخص اپنے پاس کچھ خیر اور بھلائی رکھتا ہے اور طاقت رکھتے ہوئے بھی دوسروں کو اس سے محروم رکھتا ہے وہ انسانی ہمدردی کی اساسی ذمہ داری کی ادائیگی میں کوتاہی کا مجرم ہے۔ اپنے موقف کو دوسروں تک پہنچانے کی اجازت انسان کے اساسی حقوق میں سے ہے مگر مذہبی عدم رواداری کی بنا پر تبلیغ کے حق کو بھی غلط رنگ میں استعمال کیا جا سکتا ہے۔ حضور علیہ السلام نے خود بھی احسن رنگ میں تبلیغ فرمائی اور اپنے متبعین کو بھی یہ تعلیم دی:۔

"اُدع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ وجادلھم بالتی ھی احسن۔"

کہ تم لوگوں کو دانائی اور اچھی نصیحت کے ذریعہ اپنے رب کی راہ کی طرف بلاؤ اور اختلافی معاملات میں اس طریق سے بحث کرو جو سب سے زیادہ خوبصورت ہو۔

حکمت اور موعظہ حسنہ کے ذریعے تبلیغ کے حکم
کے ساتھ حضور علیہ السلام نے یہ اجازت بھی دی کہ اگر سراسر
ظلم کی راہ سے جانتے بوجھتے کوئی شخص زیادتی کرتا ہے
تو اس کے جواب میں الزامی جواب کی گنجائش موجود ہے
فرمایا:-

" ولا تجادلوا اهل الكتاب الا بالتى
هى احسن الا الذين ظلموا منهم
وقولوا آمنا بالذى انزل الينا
وانزل اليكم والهنا والهكم
واحد ونحن له مسلمون "

یعنی اہل کتاب سے کبھی بحث نہ کرو مگر اعلیٰ اور مضبوط دلیل
کے ساتھ سوائے ان لوگوں کے جو ان میں سے ظلم کرنے والے
ہوں (ان کو الزامی جواب دے سکتے ہو) اور ان سے کہو کہ
اختلاف اور جھگڑے کی کوئی ضرورت نہیں ہم اس پر ایمان
لاتے ہیں جو ہم پر نازل ہوا ہے اور اس پر بھی جو تم پر
نازل ہوا ہے اور ہمارا خدا اور تمہارا خدا ایک ہی ہے اور
ہم اسی کے فرمانبردار ہیں۔

اس ضمن میں حضورؑ نے مسلمانوں کو بھی یہ تاکید
فرمائی کہ مذہبی اختلاف اور باہمی تبلیغ کو لڑائی جھگڑے
اور فساد کا ذریعہ نہ بنایا جائے اور غیر مذاہب والوں کو
بار بار اس امر کی طرف توجہ دلائی۔ لاحجة بيننا
وبينكم ہمارے تمہارے درمیان جھگڑے کی کوئی بات
نہیں۔ تبلیغ اور بات ہے جھگڑا اور بات ہے۔ فرمایا:-

" فان حاجوك فقل اسلمت
وجهى لله ومن اتبعن وقل
للذين اوتوا الكتاب والاميين
أاسلمتم فان اسلموا فقد
اهتدوا وان تولوا فانما عليك
البلاغ۔ "

کہ اگر یہ لوگ تم سے جھگڑیں تو تم جھگڑا کرنے کے بجائے
یہ کہہ دو کہ میں نے اور میرے سچے متبعین نے اپنے وجود کو
مع اس کی تمام طاقتوں کے خدا کے سپرد کر دیا ہے۔ اہل
کتاب اور امیوں کو کہہ دو کہ جھگڑا کرنے کے بجائے کیا یہ
بہتر نہیں کہ تم بھی اپنے آپ کو خدا کو سونپ دو اگر وہ ایسا
کریں تو وہ ہدایت پا گئے اگر وہ نہ مانیں تو تمہارا کام ان
سے جھگڑنا نہیں صرف ان کو پیغام پہنچا دینا ہے۔

دسویں بات

حضور علیہ السلام نے مذہبی رواداری کے قیام کے لئے
ایک ایسی آواز بلند کی جس کی کوئی مثال حضورؑ کی بعثت
سے پہلے مذہبی تاریخ میں نہیں ملتی۔ حضورؑ نے مذہبی اختلافات
کے باوجود مشترکہ باتوں کی بنیاد پر غیر مذاہب کو دعوتِ
اتحاد دی۔ فرمایا:-

" قل يا اهل الكتاب تعالوا الى
كلمة سواء بيننا وبينكم الا نعبد
الا الله ولا نشرك به شيئا ولا
يتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون
الله فان تولوا فقولوا اشهدوا
بانا مسلمون "

کہ اے اہل کتاب بے شک ہمارے درمیان اختلافات ہیں
لیکن ہم سب عقیدۂ ایک بنیادی مشترک بات کے مدعی
ہیں اور وہ توحید ہے۔ پس آؤ ہم اس نقطہ پر جو ہم دونوں
کے درمیان مساوی حیثیت رکھتا ہے آ جائیں۔ فان
تولوا پھر اگر وہ ایسی منصفانہ تجویز سے منہ پھیر لیں فقولوا

اشھدو ابانا مسلمون تو اے مسلمانو ان کو کہہ دو کہ ہم نے صلح کی پیشکش کر دی ہے۔

گیارھویں بات

مذہبی عدم رواداری کا ایک اہم باعث وہ کیفیت ہے جس کو اردو زبان میں کنوئیں کے مینڈک سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ بعض اقوام و طبقات اپنے محدود دائرہ میں لستے مگن ہوتے ہیں کہ دوسروں کے نقطۂ نظر کو سننے سمجھنے اور ان پر تدبّر کرنے کی ان کو توفیق نہیں ملتی۔ مذہبی عدم رواداری کا علاج قرآن شریف نے معنوی اور ظاہری لحاظ سے دنیا میں سفر بتایا ہے۔ فرماتا ہے:-

" افلم یسیروا فی الارض فتکون
لھم قلوب یعقلون بھا او اذان
یسمعون بھا فانھا لا تعمی الابصا
ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور"

یعنی یہ لوگ دنیا میں سفر کیوں نہیں کرتے تاکہ ان کو ایسے دل حاصل ہو جائیں جو عقل سے کام لینے والے ہوں۔ ایسے کان مل جائیں جو دوسروں کے موقف کو سن سکیں کیونکہ اصل بات یہ ہے کہ نابینائی ظاہری آنکھوں کی نابینائی نہیں بلکہ دل کی نابینائی ہے۔

بارھویں بات

مذہبی عدم رواداری کا ایک نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ انسان اپنے مذہبی مخالفین میں جو حقیقی خوبیاں اور اچھائیاں پائی جاتی ہیں ان کا بھی منکر ہو جاتا ہے۔ حضور علیہ السلام نے جہاں غلط قسم کی رواداری سے بچتے ہوئے مخالفین کی کمزوریاں اور غلطیوں کو خود ان کی اصلاح اور بھلائی کی خاطر حکمت اور مصلحت کے ساتھ بیان کیا وہاں ان کی خوبیوں کا بھی اقرار کیا۔ فرمایا:-

" لیسو سواءً من اھل الکتاب
امّةٌ قائمةٌ یتلون آیات اللہ
آناء الّیل وھم یسجدون
یؤمنون باللہ والیوم الآخر و
یأمرون بالمعروف و ینھون
عن المنکر و یسارعون فی الخیرات
واولئك من الصالحین و ما
یفعلوا من خیر فلن یکفروه
واللہ علیمٌ بالمتّقین"

کہ سب اہل کتاب ایک جیسے نہیں۔ ان میں سے ایسے لوگ بھی ہیں جو اپنے عہد پر قائم ہیں وہ رات کے اوقات میں اللہ کی آیتوں کو پڑھتے اور سجدے کرتے ہیں۔ وہ اللہ پر اور آنے والے دن پر ایمان رکھتے ہیں نیکی کی ہدایت کرتے ہیں۔ بدی سے روکتے ہیں۔ نیک کاموں میں ایک دوسرے سے بڑھ کر حصہ لیتے ہیں یہ لوگ نیکوں میں سے ہیں۔ ایسے لوگ جو نیکی بھی کریں۔ اس کی ناقدری نہیں کی جائے گی۔ اور اللہ متقیوں کو خوب جانتا ہے۔

تیرھویں بات

ایک وقت میں مسیحی پادریوں کا سب سے بڑا اعتراض یہ ہوتا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تلوار کے زور سے اسلام پھیلایا۔ اب یہ مسئلہ جماعت احمدیہ کے لٹریچر اور تقاریر کے ذریعہ خوب واضح ہو چکا ہے اور اس جگہ اس بات پر تفصیلی بحث کی ضرورت نہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے مذہبی مخالفین کے

خلاف جنگیں کلیتہً دفاعی نوعیت کی تھیں۔ قرآن شریف کی یہ آیت پڑھ کر حیرت ہوتی ہے کہ کس طرح حضورؐ پر جارحیت کا الزام لگایا جا سکتا ہے قرآن شریف فرماتا ہے۔

" الا تقاتلون قوماً نکثوا ایمانھم
وھموا باخراج الرسول و ھم
بدءوکم اول مرۃ اتخشونھم
فاللہ احق ان تخشوہ ان کنتم
مومنین۔"

کہ اے مومنو کیا تم اس قوم سے بھی لڑنا نہیں چاہتے جنہوں نے قسم کھا کر صلح کے معاہدات کئے اور پھر ان کو توڑ ڈالا اور پہلے خدا کے رسول کو مکہ سے نکالا تھا اور اب مدینہ سے بھی نکالنے کا ارادہ کر رکھا ہے۔ پہلی دفعہ جو جنگ شروع ہوئی اس کی ابتدا تمہاری طرف سے نہیں ہوئی تھی بلکہ خود انہوں نے حملہ کرنے میں پہل کی تھی کیا ایسے لوگوں سے تمہارے لڑنے میں کوئی ضابطہ اخلاق و قوانین حائل ہو سکتا ہے یا کیا تم ان سے ڈرتے ہو اگر تم مومن ہو تو اللہ اس بات کا زیادہ حقدار ہے کہ تم اس سے ڈرو۔

حضور علیہ السلام نے کبھی جارحانہ حملہ نہیں کیا اور دشمن جب بھی جارحانہ حملہ کے بعد صلح کی طرف مائل ہوا حضور نے صلح کو ترجیح دی اس ضمن میں صلح حدیبیہ کے موقعہ پر حضورؐ کی سیرت کا جو عظیم پہلو ہمارے سامنے آتا ہے۔ مذہبی رواداری کی تاریخ میں عدیم المثال ہے۔ یوں سمجھئے کہ اسلام اور کفر کی کشمکش رواں دواں تھی حضور علیہ السلام ایک ساتھی کے ساتھ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے۔ مدینہ میں آپؐ کی کچھ جمعیت قائم ہوئی۔ ارد گرد کے قبائل سے کچھ معاہدات ہوئے۔ چھوٹی سی اسلامی حکومت قائم ہوئی اور تیزی سے بڑھنے لگی۔ مکہ کا استعمار جس کی بنیادیں مذہبی۔ معاشی اور ظاہری طاقت کے ذریعہ استحصال پر مبنی تھیں مدینہ کی بڑھتی ہوئی طاقت کو برداشت نہ کر سکا۔ پہلا بڑا معرکہ بدر میں ہوا۔ جس میں مکہ کی طاقت کی ریڑھ کی ہڈی توڑ دی گئی۔ مکہ کے جگر گوشے اپنے کیفر کردار کو پہنچے اور مکہ کی لیڈر شپ دبدبہ اور رعب و طاقت رکھنے والے بہادر منافقوں کے ہاتھ سے نکل کر جوڑ توڑ اور سازش کے ماہر دماغوں کے پاس چلی گئی۔ اس سیاست نے عرب کے سارے قبائل کو اپنی سازش کے جال میں لے کر مدینہ پر حملہ آور کرا دیا جو جنگِ احزاب کے نام سے معروف ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ کے فضل نے جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کی بے پناہ قربانیوں کی شکل میں ظاہر ہوا اس حملہ کو ناکام بنا دیا اب عرب دو حصوں میں بٹ گیا۔ مکہ کی طاقت کے مقابلہ میں مدینہ کی طاقت بڑھتی چلی گئی۔ قحط نے مکہ کی حالت کو اور بھی کمزور کر دیا۔ سارے عرب کی آنکھیں اب مکہ اور مدینہ کی کشمکش پر تھیں۔ ایک طرف صدیوں کا مذہبی۔ معاشی اور سیاسی تفوق تھا دوسری طرف خدا کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے جان نثار۔ عرب قبائل اس کشمکش میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی فتح کو آپؐ کا معیارِ صداقت بنا کر آخری نتیجہ کے منتظر تھے۔

اس کیفیت میں حضورؐ نے ایک خواب دیکھا۔ کہ آپؐ مکہ میں عمرہ کر رہے ہیں۔ حضورؐ اس خواب کو پورا کرنے کے لئے مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ ذوالقعدہ کا مہینہ تھا جو عرب کے مسلمہ چار حرام مہینوں میں سے تھا۔ ان مہینوں میں مکہ والے عرب کے بین القبائل ضابطہ قوانین کی رو سے دشمن سے دشمن کو بھی مکہ میں آنے سے نہیں روک سکتے تھے اور لڑائی قطعاً منع تھی۔ مگر اہلِ مکہ کی سفاہت اور جہالت

غالب آگئی۔ اپنی جھوٹی غیرت کی وجہ سے وہ ہتھیار بند ہوکر حضور علیہ السلام کو روکنے پر تل گئے۔ ان کا یہ فعل عرب کے مسلّمہ ضابطہ، قوانین اور اخلاق کی کھلم کھلا توہین کے مترادف تھا۔ حضور علیہ السلام اپنے صحابہؓ سمیت مکّہ سے نو میل کے فاصلہ پر رک گئے۔ مکہ اس وقت پکے ہوئے پھل کی طرح آپؐ کی گود میں گرنے کے لئے تیار تھا۔ گزشتہ جنگوں میں ناکامی اور لمبے قحط سے مکہ والوں کا دفاع بالکل کمزور پڑ چکا تھا۔۔ حضور علیہ السلام نے اپنی حکمت سے نقل و حرکت فرمائی کہ خالد بن ولید جیسے تیز نظر کمانڈر کو جو مکہ والوں کے گھوڑسوار دستہ کے ساتھ حضورؐ کے قافلہ کی جاسوسی کے لئے نکلا ہوا تھا حضورؐ کی آمد کا صرف اس وقت علم ہوا جب حضورؐ کے قافلہ کی گرد اس کے دستہ پر پڑی۔ مکہ والوں نے مجبور ہو کر احابیش قوم کے لوگوں سے مکہ کے دفاع کی درخواست کی۔ احابیش نے مکہ کے گرد پوزیشن لے لی مگر اپنے گھربار عورتوں بچوں۔ مال مویشی کو اس طرح بے حفاظت چھوڑ گئے کہ حضور علیہ السلام آسانی سے ایک دستہ ان کی طرف روانہ کر کے احابیش کو مکہ چھوڑنے پر مجبور کر سکتے تھے۔ جنگ کے نقطۂ نظر سے حضور علیہ السلام کی پوزیشن مکہ والوں کے مقابلہ میں زیادہ مضبوط تھی۔ آپؐ کے ساتھی صحابہؓ کے جوش و خروش کا عجیب عالم تھا ان کی تلواریں میانوں میں تڑپ رہی تھیں گزشتہ سترہ سال سے مکہ والوں کے مسلمانوں پر بے پناہ مظالم کا نقشہ ان کی آنکھوں کے سامنے تھا مگر حضور علیہ السلام نے جنگ کے ذریعہ فتح کو جو یقینی ہو چکی تھی صلح پر قربان کیا۔ اور مکہ والوں کے ساتھ صلح کا معاہدہ لکھا جانے لگا۔

یہ نظارہ بھی عجیب تھا مکہ والے سخت احساس مغلوبی اور شکست کے باوجود معاہدہ کی ہر شرط پر تحکم اور تعصب کا مظاہرہ کرنے لگے۔ عہد نامہ کی ہر دفعہ میں انھوں نے اپنے مفاد کو مقدم رکھا اور مسلمانوں کے مفاد کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی۔ ظاہری نظر میں مسلمانوں نے گر کر صلح کی۔ کفار کے نمائندے نے معاہدہ پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے الفاظ لکھے جانے کے خلاف ضد کی۔ محمد رسول اللہ کے الفاظ کٹوا کر محمدؐ بن عبداللہ کے الفاظ لکھوائے۔ مکہ صرف نو میل تھا اور عمرہ کرنا مسلمانوں کا عرب کے دستور کے مطابق جائز حق تھا مگر قریش نے اپنی جھوٹی عزت کے اظہار کے لئے معاہدہ میں یہ شرط لکھوائی کہ مسلمان اس وقت بغیر عمرہ کئے واپس مدینہ چلے جائیں اور مسلمانوں کے لئے یہ نہایت تکلیف دہ شرط معاہدہ میں درج کرائی کہ مدینہ کا جو شخص کفر اختیار کر کے مکہ جانا چاہے اس کو ایسا کرنے کا اختیار ہوگا مگر مکہ کا جو مسلمان قریش مکہ کی بے پناہ اذیتوں سے بچ کر مدینہ چلا جائے۔ اس کو مدینہ سے واپس کرنا حضور علیہ السلام کی ذمہ داری ہوگی۔ کفار مکہ کا اس شرط پر اصرار حد درجہ غیر منصفانہ اور مکہ کے مسلمانوں کا مستقبل تاریک کرنے والا تھا جو اس دعا میں لگے ہوئے تھے ربنا اخرجنا من ھذہ القریۃ الظالم اھلھا۔ مگر حضور علیہ السلام نے کفار مکہ کی ہر ضد کو قبول کیا اور جنگ پر صلح کو ترجیح دی۔ ابھی معاہدہ زیر تحریر تھا اور آخری دستخط نہیں ہوئے تھے کہ کفار مکہ کا نمائندہ سہیل کا اپنا بیٹا ابوجندلؓ جو مسلمان ہو چکا تھا بیڑیوں میں جکڑا ہوا مکہ سے فرار ہو کر اسلامی قافلہ میں پہنچنے میں کامیاب ہو گیا۔ یہ غریب نوجوان اسلام لانے کی وجہ سے سخت قسم کی اذیتوں کا تختہ مشق بنایا جاتا تھا۔ سہیل نے حضورؐ سے مطالبہ کیا کہ معاہدہ کے مطابق اس کو مکہ واپس کیا جائے۔ حضورؐ نے فرمایا۔ ابھی معاہدہ کی تکمیل نہیں ہوئی۔ معاہدہ پر عمل اس کی تکمیل کے بعد شروع ہوا کرتا ہے مگر سہیل نے ابوجندلؓ

کی واپسی کے بغیر مزید معاہدہ تحریر کرنے سے انکار کر دیا۔ ابو جندلؓ نے اسلامی قافلہ کے درمیان اپنے آپ کو زمین پر پھینک کر بلند آواز سے پکارا اور فریاد رسی چاہی۔ یہ ایک ایسا مشکل امتحان ایک شدید ابتلا تھا کہ جس میں اللہ نے اپنے حبیبؐ کو گزارا اور آپؐ ثابت قدمی سے قائم رہے۔ مسلمانوں کی آنکھوں سے خون اتر رہا تھا مگر حضورؐ نے ابو جندلؓ کو واپس کرایا اور صلح کے قیام کی خاطر یہ اذیت ناک قلبی اور جذباتی دکھ برداشت کرنا گوارا فرمایا۔ مسلمانوں کے سینے اس وقت بھٹی کی آگ کی طرح بھڑک رہے تھے۔ حضورؐ کے ۱۴ سو ساتھی صحابہؓ میں سے تیرہ سو ننانوے (۱۳۹۹) اس معاہدہ کو ذلت آمیز اور توہین آمیز سمجھ رہے تھے۔ ان کو مکہ ایک سر سبز ہوئے شکار کی طرح سامنے نظر آ رہا تھا اگر اس وقت ان کو اجازت مل جاتی تو شاید مکہ کی اینٹ سے اینٹ بج جاتی۔

حضور علیہ السلام تو خدا کے مقدس نبی اور سید الانبیاءؐ تھے اگر اس کیفیت میں آپؐ کی بجائے دنیا کی تاریخ کا کوئی بڑے سے بڑا اور محبوب سے محبوب لیڈر بھی ہوتا تو ایک منٹ کے لئے اپنے ساتھیوں کے اس جلال اور غضب کے سامنے نہ ٹھہر سکتا۔ وہ لمحہ اس کی قیادت بلکہ زندگی کا آخری لمحہ ہوتا۔ مگر حضور علیہ السلام نے اپنے ساتھیوں کی پرواہ نہ کی۔ اس فتح کی طرف توجہ نہ دی جو سامنے نظر آ رہی تھی۔ ان مظالم کو اس وقت مدنظر نہ رکھا جو مکہ کے کمزور مسلمان مردوں عورتوں اور بچوں پر توڑے جا رہے تھے۔ ظاہری نظر میں ذلت آمیز نظر آنے والی شرطوں کو قبول کیا اور صلح کو ترجیح دی۔ کہاں ہیں وہ غیر مسلم مصنفین جو حضور علیہ السلام پر جارحانہ جنگوں کا الزام لگاتے ہیں۔ عدم رواداری کا اعتراض کرتے ہیں۔ کیا دنیا کی تاریخ سے قوت و طاقت حاصل ہوتے ہوئے پھر مذہبی رواداری کی کوئی ایسی مثال پیش کر سکتے ہیں؟

کفار مکہ نے اس معاہدہ کو اپنی فتح سمجھا۔ صحابہؓ اس معاہدہ کو ظاہری نظر میں اپنی توہین سمجھتے تھے مگر عرش پر خدا فرما رہا تھا:۔

"اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا لِّيَغْفِرَ لَكَ
اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ
وَيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ
صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا وَّيَنْصُرَكَ اللّٰهُ
نَصْرًا عَزِيْزًا"

نتائج نے خدا کے اس ارشاد کی تصدیق کی۔ صلح حدیبیہ کئی رنگ میں اسلام کی سربلندی اور سرفرازی کا باعث ہوئی۔ معاہدہ کی جو دفعہ مشرکین مکہ نے اپنے زعم میں مسلمانوں کی اہانت کے لئے اصرار کر کے لکھوائی تھی خود انہوں نے حضورؐ سے منت کر کے منسوخ کروائی اور جلد ہی صلح حدیبیہ کا نتیجہ مکہ کی عظیم الشان اور پُرامن فتح کی صورت میں نکلا۔

چودھویں بات

اب میں اس آخری بات پر مضمون کو ختم کرتا ہوں کہ ہمارے سید و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی دشمنوں سے مذہبی مخالفوں سے رواداری کا ایک عظیم پہلو وہ درد بھری دعائیں ہیں۔ وہ ہمدردی وہ غم خواری وہ جاں نثاری ہے جو مخالفوں کے لئے آپؐ سے ظہور میں آئی۔ مخالف آپؐ کو پتھر مارتے۔ آپؐ ان کی ہدایت کے لئے سوز و درد میں ڈوبی ہوئی دعائیں کرتے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس شعر کے اوّل مصداق ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ؎

"اس لئے کہ زندہ یہ ہو دیں
ہم نے مرنا بھی دل میں ٹھہرایا"

خداوند تعالیٰ کس محبت اور شفقت سے آپؐ کو خطاب فرماتا ہے:۔

"لا تذهب نفسك عليهم حسرات"

کہ اے نبیؐ! ان مخالفوں کی خاطر غم و دکھ برداشت کرتے ہوئے تمہاری جان نہ نکل جائے۔

طائف کا واقعہ حضورؐ کی سیرۃ کا معروف واقعہ ہے مخالفین نے ظلم و ستم کو انتہا تک پہنچا دیا۔ ملک الجبال نے طائف کو دونوں پہاڑوں کے درمیان کچل کر رکھ دینے کی اجازت مانگی۔ مگر حضورؐ کے شفقت اور محبت بھرے دل نے اس موقعہ پر طائف والوں کی بھلائی کے لئے دعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں حضورؐ کی اس کیفیت کا نقشہ اس طرح کھینچا ہے:۔

"فلعلك باخع نفسك على آثارهم

ان لم يؤمنوا بهذا الحديث اسفا"

مخالفین کے ایمان کی دولت سے متمتع نہ ہونے پر ان کی خاطر تیرے افسوس کی یہ حالت ہے کہ گویا کند چھری تیری گردن پر رکھ کر کاٹتا اور گردن کے آخر تک کاٹتا ہی چلا جاتا ہے

اللهم صل على محمد و آل محمد بعدد همه وحزنه لهذه الدنيا۔

شانِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کلماتِ طیبات

"وہ اعلیٰ درجہ کا نور جو انسان کو دیا گیا۔ یعنی انسانِ کامل کو۔ وہ ملائک میں نہیں تھا۔ نجوم میں نہیں تھا۔ قمر میں نہیں تھا۔ آفتاب میں بھی نہیں تھا۔ وہ زمین کے سمندروں اور دریاؤں میں بھی نہیں تھا۔ وہ لعل و یاقوت اور زمرد اور الماس اور موتی میں بھی نہیں تھا۔ غرض وہ کسی چیز ارضی اور سماوی میں نہیں تھا۔ صرف انسان میں تھا یعنی انسانِ کامل میں جس کا اتم اور اکمل اور اعلیٰ اور ارفع فرد ہمارے سید و مولا سید الانبیاء سید الاحیاء محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ سو وہ نور اس انسان کو دیا گیا اور حسب مراتب اس کے تمام ہمرنگوں کو بھی یعنی ان لوگوں کو بھی جو کسی قدر وہی رنگ رکھتے تھے۔ اور امانت سے مراد انسانِ کامل کے وہ تمام قویٰ اور عقل اور علم اور دل اور جان اور حواس اور خوف اور محبت اور عزت اور وجاہت اور جمیع نعماء روحانی و جسمانی ہیں۔ جو خدا تعالیٰ انسانِ کامل کو عطا کرتا ہے اور انسانِ کامل برطبق آیت إن الله يأمركم أن تؤدوا الامانات الى اهلها اس ساری امانت کو جناب الٰہی کو واپس دے دیتا ہے یعنی اس میں فانی ہو کر اس کی راہ میں وقف کر دیتا ہے جیسا کہ ہم مضمون حقیقت اسلام میں بیان کر چکے ہیں اور یہ شان اعلیٰ اور اکمل اور اتم طور پر ہمارے سید ہمارے مولیٰ ہمارے ہادی نبی۔ اُمی صادق مصدوق محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں پائی جاتی تھی۔"

(آئینہ کمالات اسلام۔ حصہ اردو صفحہ ۱۳۸ - ۱۴۰)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کا نہایت حسین اور دل آویز پہلو

مذہبی آزادی اور حقیقی رواداری کا قیام

محترم جناب شیخ خورشید احمد صاحب سابق نائب ایڈیٹر "الفضل"

فخرِ موجودات سرورِ کائنات سید الاولین والآخرین سیدنا حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کا ایک نہایت حسین اور دل آویز پہلو یہ ہے کہ آپؐ نے مذہبی آزادی اور رواداری کی حقیقی روح سے پہلی بار دنیا کو روشناس کرایا اور مذہب کے معاملہ میں ہر قسم کے ظلم و ستم اور جبر و اکراہ کا خاتمہ کر ڈالا۔ آپؐ نے اس بارہ میں ایک جامع اور مکمل تعلیم پیش فرمائی اور پھر اس پر عمل کرنے کا ایسا پاک نمونہ پیش فرمایا جو تاقیامت پُرظلمت دنیا کی ہدایت اور رہنمائی کے لئے روشنی کا مینار ثابت ہوگا۔

اللہ تعالےٰ کی حکمت کاملہ نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو انتہائی مظلومیت کے دور میں سے بھی گزارا اور پھر ترقی و عروج اور شوکت و تمکنت کے ساتھ پوری طرح بااختیار و بااقتدار زندگی بھی عطا فرمائی۔ ان دونوں ادوار میں آپؐ نے ظلم و ستم اور جبر و اکراہ کے خلاف علم جہاد بلند کئے رکھا اور اپنے پاک و مطہر نمونہ سے ثابت کر دیا کہ مذہبی آزادی کا احترام کس طرح کیا جانا چاہیئے حقیقی رواداری کا کیا مطلب و مفہوم ہوتا ہے اور انسانیت کی عزت و بقا کے قیام کے لئے اور فکر و نظر کی حقیقی آزادی کی خاطر کس طرح ہر لمحہ اسے پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔

یہ امر بہت افسوسناک ہے کہ جس مذہب نے سب سے پہلے دنیا میں انسانیت کے عزو شرف کو قائم کیا اور صحیح معنوں میں مذہبی آزادی و رواداری کی بنیاد رکھی اور جس عظیم الشان وجود نے (فداہ امی وابی) سب سے بڑھ کر اس پر عمل کیا اور زندگی کے کسی لمحہ بھی اسے فراموش نہ کیا۔ یورپ کے بعض متعصب مستشرقین اس پر جبر و اکراہ کا الزام عائد کرتے ہیں اور دنیا کو یہ باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں کہ گویا:۔

(۱) "اسلام کی مضبوط ترین و کارگر دلیل تلوار ہی ہے۔" (میزان الحق صفحہ ۴۶۸)

(۲) "محمدؐ کے جرنیل ایک ہاتھ میں تلوار اور دوسرے میں قرآن لے کر نکلتے تھے۔" (ڈوزی)

دشمن تو بہرحال دشمن ہے وہ تو تعصب اور دشمنی میں اندھا ہو کر اعتراض کرتا ہے مگر انتہائی صدمہ اور دکھ کی بات یہ ہے کہ اسلام کی طرف منسوب ہونے والے اور

حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کا دم بھرنے
والے بعض افراد بھی ایسے موجود ہیں جو اپنے اقوال و اعمال سے
دشمن کے اس اعتراض کو صحیح ثابت کرنے کی کوشش کرتے
ہیں اور [illegible] کہتے ہوئے بھی ذرا جھجک محسوس نہیں کرتے کہ:۔

"ایک صدی کے اندر چوتھائی دنیا مسلمان
ہو گئی تو اس کی وجہ یہی تھی کہ اسلام کی تلوار
نے ان پردوں کو چاک کر دیا جو دلوں پر پڑے
ہوئے تھے۔" (الجہاد فی الاسلام)

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ!

ذیل میں مختصر طور پر مذہبی آزادی اور رواداری کے
متعلق اسلام کی تعلیم اور بانیٔ اسلام حضرت محمد مصطفےٰ صلی
اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ پر روشنی ڈالی جاتی ہے تاکہ
اپنوں اور بیگانوں کی پھیلائی ہوئی غلط فہمیوں کا ازالہ ہو سکے

کامل مذہبی آزادی کا اعلان

تاریخ عالم میں سب سے پہلے کامل اور مکمل مذہبی
آزادی اور رواداری کا اعلان رسول اکرم صلی اللہ علیہ
وسلم کے ذریعے ہی کیا گیا چنانچہ آپ کو جو مقدس آسمانی
صحیفہ دیا گیا۔ اس نے یہ اعلان کیا کہ :۔

"لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد
من الغی فمن یکفر بالطاغوت
ویؤمن باللہ فقد استمسک
بالعروۃ الوثقی لا انفصام لھا۔"
(البقرۃ)

یعنی [illegible] دین اور عقیدہ کے معاملہ میں
کسی قسم کا کوئی جبر جائز نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حق
[illegible] کی راہ جب واضح ہو چکی ہے اور کجی اور باطل کا
رستہ بھی اب ایسے رنگ میں واضح ہو چکا ہے جو حق وصداقت
کی راہ کو مشتبہ نہیں کر سکتا۔ پس جو خدا تعالیٰ پر حقیقی ایمان
لائے گا۔ اس کی مثال ایسی ہی ہوگی کہ گویا ایک مضبوط کڑے
پر اس کا ہاتھ پڑ جائے ایسے کڑے پر جس کے لئے ٹوٹنا مقدر ہی
نہیں ہے۔

یہ اعلان اپنے مطلب ومفہوم کے لحاظ سے بالکل صاف
اور واضح ہے اس میں کوئی ابہام نہیں۔ جبر واکراہ اور ظلم و
ستم کے ہر امکانی راستہ کو اس کے ذریعے بند کر دیا گیا۔

اس مذہبی آزادی کی مزید وضاحت کرتے ہوئے اللہ
تعالیٰ ایک اور مقام پر فرماتا ہے :۔

"وقل الحق من ربکم۔ فمن شآء
فلیؤمن ومن شآء فلیکفر۔"
(الکہف)

یعنی اے رسول! آپ یہ اعلان کر دیجئے کہ حق وصداقت کا
پیغام آپ کے رب کی طرف سے آچکا لہٰذا اب جبر واکراہ
کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ حق تو کہتے ہی اس امر کو ہیں
جو اپنی صداقت کو دلوں سے منوائے۔ لہٰذا اب ہر شخص
کو یہ اختیار اور آزادی دے دی گئی ہے کہ وہ اگر چاہے تو
ایمان لائے اور اگر اس کا دل اس سے مطمئن نہ ہو تو بیشک
ایمان نہ لائے۔

ایک اور جگہ فرمایا :۔

"لکم دینکم ولی دین" (الکافرون)

یعنی اے لوگو تمہارے لئے تمہارا دین ہے اور میرے لئے میرا
دین۔ یعنی ہر شخص کو پوری آزادی حاصل ہے کہ وہ جس مذہب
اور جس مسلک کو چاہے اختیار کر لے۔

سورۃ الفرقان میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

"قل ما اسئلکم علیہ من اجر الا"

"من شاء أن يتخذ إلى ربه سبيلا"

یعنی اے رسول! تو ان لوگوں کو کہہ دے کہ میں خدا تعالیٰ کا پیغام پہنچانے کے بدلے میں تم سے کسی اجر کا طالب نہیں ہوں۔ میرا اجر تو فقط یہی ہے کہ اگر کسی شخص کا دل اسلام کی صداقت کا قائل ہو جائے اور وہ اپنی رغبت اپنی مرضی سے اس راہ کو اختیار کرنے کا ارادہ کرے جو اسے خدا تعالیٰ تک پہنچانے والی ہے تو وہ بیشک اسلام میں داخل ہو جائے اور اس طرح اپنے رب کی رضا کو حاصل کرلے۔

یہ آیت بھی مذہبی آزادی اور رواداری کے بارہ میں اسلام کے بلند ترین معیار کو پیش کرتی ہے اس میں بتایا گیا ہے کہ قبول مذہب کے بارہ میں ہر شخص کو مکمل آزادی حاصل ہے اور اسے پورا اختیار ہے کہ جس مذہب کو چاہے قبول کرلے۔ اس بارہ میں کسی جبر یا تشدد کو روا رکھنا ہرگز درست نہیں ہے۔

نہایت جامع اور مکمل ہدایات

اسلام نے صرف اصولی رنگ میں ہی مذہبی آزادی کا اعلان نہیں کیا بلکہ اس بارہ میں تفصیلی اور مکمل ہدایات بھی دیں جنہیں اگر ملحوظ رکھا جائے تو مذہب کے معاملہ میں جبر واکراہ اور ظلم و ستم کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ مثلاً فرمایا:-

"وان من امة الا خلا فيها نذير"

(فاطر)

یعنی دُنیا کی کوئی قوم ایسی نہیں جس میں خدا تعالیٰ کا کوئی نبی مبعوث نہ ہوا ہو گویا اسلام نے تمام اقوام عالم کے بزرگوں اور نبیوں کے تقدس اور صداقت کو تسلیم کر لیا اور اس کے ذریعہ مذہبی منافرت کا خاتمہ کر کے مذاہب عالم کے درمیان محبت اور اتحاد کی بنیاد رکھ دی۔

پھر اللہ تعالیٰ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ اعلان فرمایا کہ:-

"وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین
یقاتلونکم ولا تعتدوا"

(البقرۃ)

یعنی اے مسلمانو! تمہیں صرف انہیں لوگوں سے جنگ کرنے کی اجازت ہے جو تم پر حملہ آور ہوں گویا محض مذہبی اختلاف کی بنا پر ہرگز کسی پر حملہ نہ کرو کیونکہ دنیا میں کسی شخص کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ عقیدہ کے اختلاف کی بنا پر دوسرے کو مارے اموال کو لوٹے یا اسے کسی بھی اور رنگ میں نقصان پہنچانے کی کوشش کرے۔

ایک اور ہدایت اسلام یہ دیتا ہے کہ:-

"لا تسبوا الذین یدعون من دون
اللہ فیسبوا اللہ عدواً بغیر علم"

(انعام)

یعنی اے مسلمانو! دوسرے مذاہب والے جن چیزوں اور ہستیوں کو عزت و احترام کی نظر سے دیکھتے ہیں تم انہیں ہرگز برا بھلا مت کہو کیونکہ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ تمہارے خدا کو برا بھلا کہیں گے۔ گویا ایک طرف یہ تعلیم دی کہ دوسرے مذاہب کے جو بزرگ سچے تھے ان پر ایمان لے آؤ اور دوسری طرف یہ کہا جو چیزیں سچی نہیں ہیں اور جنہیں تم نہیں مانتے انہیں بھی ہرگز برا نہ کہو تا کہ دوسروں کی دلآزاری نہ ہو اور وہ بھی الزامی طور پر تمہارے بزرگوں کی ہتک کرنے کے مرتکب نہ ہوں۔ ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:-

"یا ایھا الذین آمنوا کونوا قوامین للہ
شھداء بالقسط۔ ولا یجرمنکم

شنآن قوم علیٰ الا تعدلوا۔ اعدلوا ھو اقرب للتقویٰ "

یعنی اے مسلمانو! اپنے تمام کاموں کو محض خدا کی رضا کی خاطر کرو اور کبھی انصاف کو ہاتھ سے نہ کھوؤ۔ کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس امر پر آمادہ نہ کر دے کہ تم انصاف کو ہاتھ سے چھوڑ دو۔ تم ہر حالت میں انصاف سے کام لو کیونکہ یہی تقویٰ کا تقاضا ہے۔

ذرا سوچیے اور غور کیجئے کہ مذہبی آزادی اور رواداری کے بارہ میں کتنی جامع اور مکمل تعلیم اسلام نے دی۔ کیا اس پر عمل کرنے کے نتیجہ میں جبر و اکراہ اور ظلم و ستم کی کوئی چھوٹی سے چھوٹی گنجائش باقی رہ جاتی ہے؟

عملی نمونہ اب یہ بتایا جاتا ہے کہ ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مکمل اور جامع تعلیم پر عمل کرنے کا کیا نمونہ پیش فرمایا۔

جیسا کہ شروع میں عرض کیا گیا ہے اسلامی احکام میں اس ہدایت کو بنیادی اہمیت حاصل ہے کہ لا اکراہ فی الدین کہ دین اور مذہب کے معاملہ میں کسی قسم کا جبر ہرگز جائز نہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری زندگی اس ہدایت کی عملی تفسیر ہے۔ آپ نے کسی شخص پر محض اس لئے کبھی جبر نہیں کیا اور نہ کرنے کی اجازت دی کہ وہ مسلمان نہیں ہوتا بلکہ برعکس اس کے آپ نے لوگوں کو پوری پوری آزادی دی۔ چنانچہ ایک دفعہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے ایک یہودی نے کہہ دیا کہ مجھے اس موسیٰ کی قسم جسے خدا نے سب نبیوں پر فضیلت دی ہے۔ جب حضرت ابوبکرؓ نے یہ سنا کہ یہ شخص حضرت موسیٰؑ کو فضیلت دے رہا ہے حالانکہ فضیلت کا یہ مقام حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے تو آپؓ کو غصہ آگیا اور آپؓ نے

اُسے ایک تھپڑ مار دیا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم ہوا تو آپ نے حضرت ابوبکرؓ پر ناراضگی کا اظہار کیا اور فرمایا کہ ان کا کوئی حق نہ تھا کہ وہ اس یہودی کو مارتے کیونکہ اس نے جو کچھ کہا وہ اپنے عقیدہ کے مطابق کہا اور ہر شخص کو عقیدہ اور مذہب کی پوری آزادی حاصل ہے۔

ذرا غور کیجئے! مسلمانوں کی حکومت ہے اور انہیں پوری طرح اقتدار و اختیار حاصل ہے لیکن اس کے باوجود آپ نے قطعاً یہ گوارا نہ کیا کہ کسی شخص پر محض اس کے مذہبی عقیدہ کی بناء پر سختی کی جائے۔ رواداری اور مذہبی آزادی کی یہ مثال کیا کسی اور مذہبی پیشوا کی زندگی میں مل سکتی ہے؟ ہرگز نہیں!

دوسروں کے جذبات کا احترام

ایک دفعہ نجران کے عیسائیوں کا ایک وفد الوہیت مسیح کے عقیدہ پر بحث کرنے کے لئے آپ کی خدمت میں مسجد نبویؐ میں حاضر ہوا۔ بحث کے دوران اُن کی عبادت کا وقت آگیا اور وہ اپنی عبادت کے لئے باہر جانے لگے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

" باہر جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ مسجد
خدا کی عبادت کے لئے ہی بنائی گئی ہے
لہٰذا تم اس جگہ اپنے طریق کے مطابق
عبادت کرو۔"

چنانچہ انہوں نے وہیں پر اپنی عبادت کی رسوم ادا کیں جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہؓ کے ہمراہ وہیں تشریف فرما رہے۔

ذرا غور کیجئے! اس پاک و مطہر وجود کے سامنے جو توحید الٰہی کے قیام کے لئے مبعوث ہوا۔ عیسائی اپنی تثلیثی

سامنے رکھ کر اپنے مشرکانہ عقائد کے مطابق عبادت کرتے ہیں اور آپؐ خود انہیں اس کی اجازت مرحمت فرماتے ہیں اور ارشاد فرماتے ہیں کہ:-

"اگر وہ اپنے عقیدہ کے مطابق مسجد نبوی میں (جسے حضورؐ نے آخر المساجد قرار دیا) عبادت کرتے ہیں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔"

جو لوگ آج رواداری کا دعویٰ کرتے نہیں تھکتے۔ کیا ان میں اتنی جرأت ہے کہ وہ اپنے عبادت خانے دوسروں کے لئے کھول دیں اور انہیں عبادت کی اجازت دیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اس قسم کی مذہبی رواداری اور دوسروں کے جذبات کے احترام کا نمونہ سوائے ہمارے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی مطہر زندگی کے اور کہیں بھی نظر نہیں آتا۔

مصائب پر صبر و استقامت

تیرہ سال تک مکہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہؓ پر وحشیانہ مظالم توڑے گئے۔ انہیں مارا گیا۔ پیٹا گیا۔ ان کا بائیکاٹ کیا گیا اور انہیں بھوکا اور پیاسا رکھا گیا۔ انہیں گھروں سے بے گھر اور وطن سے بے وطن کیا گیا۔ گالیاں دی گئیں اور تپتی ریت پر گھسیٹا گیا۔ ظالموں نے آپؐ کے پیچھے کتوں کو لگا دیا جبکہ چاروں طرف آپؐ پر پتھروں کی بوچھاڑ کی جا رہی تھی۔ حتیٰ کہ آپؐ سر سے پاؤں تک خون سے تر بتر ہو گئے۔ غرض کفار مکہ نے ظلم و ستم اور جبر و اکراہ کا سلوک کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ مگر عین اس وقت بھی جبکہ ظلم و ستم اپنی انتہا کو پہنچ چکا تھا۔ آپؐ کی زبان مبارک سے کوئی بد دعا نہیں نکلتی۔ بلکہ یہی الفاظ جاری ہوتے ہیں کہ:-

"اے خدا! ان لوگوں کو معلوم نہیں کہ [illegible] تعلیم پیش کر رہا ہوں وہ درست اور صحیح ہے۔ یہ محض خدا کا اچھا کام ہی سمجھ کر یہ ظلم کر رہے ہیں اس لئے میرے خدا تو ان پر ناراض نہ ہو اور ان پر عذاب نازل نہ کر بلکہ انہیں سچائی کو شناخت کرنے کی توفیق عطا فرما۔"

کیا اس سے بڑھ کر انسانی ہمدردی کی کوئی مثال تاریخ عالم میں مل سکتی ہے؟ اور جو پاک وجود انتہائی مظالم کے وقت بھی ان کی خیر خواہی چاہتا ہے کیا اس کے متعلق یہ گمان ہو سکتا ہے کہ اس نے اپنے مذہب کی تبلیغ کے لئے کسی رنگ میں بھی جبر یا اکراہ کو جائز رکھا ہوگا اور تلوار کے زور سے دوسروں کو اسلام کا قائل کرنے کی کوشش کی ہوگی؟

عفو کا عدیم المثال نمونہ

جب ایک طویل عرصہ تک ظلم و ستم کا نشانہ بننے کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو کامیابی عطا فرمائی اور آپؐ فتح مکہ کے بعد فاتحانہ شان کے ساتھ مکہ میں داخل ہوئے تو اس وقت اہل مکہ اپنے مظالم کا خیال کر کے کانپ رہے تھے کہ اب نہ معلوم ہمارے ساتھ کیا سلوک ہوگا۔ مگر جب آپؐ مکہ میں داخل ہوئے تو آپؐ نے کیا کیا؟ سب لوگوں کو جمع کر کے یہ اعلان فرمایا کہ:-

"اے لوگو! آج میں ان سب مظالم اور قصوروں کو جو تم لوگ میرے حق میں اور میرے ماننے والوں کے حق میں کرتے رہے ہو معاف کرتا ہوں۔ تمہیں کوئی سزا نہیں دی جائے گی اور نہ تم سے کوئی بدلہ لیا جائے گا۔"

یہ ہے عفو اور درگزر کی وہ بے نظیر مثال جو رسول اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ میں ہمیں نظر آتی ہے کہ درندوں
کی طرح وحشیانہ مظالم کرنے والوں پر جب خدا نے فتح عطا
فرمائی تو طاقت، اختیار اور قدرت رکھنے کے باوجود انہیں
معاف کر دیا۔ یہی وہ اخلاقی تلوار ہے جس نے ان کے قلوب
کو گھائل کر دیا۔ ان کی گردنوں کو جھکا دیا اور انہیں اسلام کے
وفادار اور جاں نثار خادم بنا دیا۔ اور یہی وہ تاریخ عالم کا
عدیم النظیر نمونہ ہے جسے دیکھ کر اپنے نہیں بلکہ غیر بھی یہ
اعتراف کرنے پر مجبور ہو گئے کہ:-

(۱) "محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تلوار رحم
و مروت تھی۔ دوستی اور درگزر تھی جو مخالفین
پر پورے طور پر کارگر ہوئی اور ان کے قلوب
کو پاک و صاف آئینہ کی طرح بنا دیا۔"
(تقریر پنڈت گیان چند دیو شرما شاستری۔
منقول از رسالہ "دنیا کا ہادی اعظم غیروں کی نظر میں")

(۲) "محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اسلام
کا بول بالا کیا مگر غیر مذاہب والوں پر کسی
قسم کا جبر و ستم کر کے نہیں بلکہ انہیں مذہب
اور رائے کی آزادی دے کر اور ان کے
تمام تمدنی حقوق کو قائم کر کے۔"
(موسیو اوجین کلوتل۔ منقول از
"اسلام اور علمائے فرنگ" صد ۹)

خلاصہ کلام یہ کہ دنیا کے پردے پر انصاف، رواداری، عفو
و درگزر اور کامل مذہبی آزادی کی بہترین مثال اسلامی تعلیم اور
رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ ہے جس کی کوئی اور
مثال نہ ملی ہے اور نہ ملے گی۔ اور وہ لوگ انتہائی ظلم کے مرتکب ہیں
جو اسلام جیسے مذہب اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم جیسے
کامل وجود پر ظلم و تشدد اور تلوار کے زور سے کامیابی حاصل
کرنے کا ناپاک الزام لگاتے ہیں۔ اللّٰھم صلّ علیٰ محمّدٍ
وعلیٰ آلِ محمّدٍ کما صلّیت علیٰ ابراہیم وعلیٰ آلِ
ابراہیم انّک حمیدٌ مجید۔

تبصرہ

لمعاتِ صدیق

"لمعاتِ صدیق" ان اشعار کا مجموعہ ہے جو محترم مولانا
محمد صدیق صاحب امرتسری مبلغ سلسلہ نے مختلف اوقات میں کہے
اور سلسلہ کے اخبار و رسائل میں شائع ہوتے رہے ہیں۔
مولانا موصوف بلاد عربیہ، انڈونیشیا، مغربی افریقہ، ملائیشیا
اور جزائر فجی میں خدمات سلسلہ بجا لاتے رہے ہیں۔
"لمعاتِ صدیق" دو سو بانوے صفحات کا ایک دلچسپ
مجموعہ ہے کتابت [illegible] عمدہ ہے۔ اس مجموعہ پر مختلف
دوستوں [illegible] جناب ثاقب [illegible] محمد نذیر صاحب
ناظر اشاعت نے [illegible] تحریر فرمایا ہے:-
"مکرم مولوی محمد صدیق صاحب امرتسری میرے نزدیک
جماعت کے ان [illegible] شعرا میں سے ہیں جن کا
کلام [illegible] کلام میں روانی سلاست
[illegible]
[illegible] اخلاقی ہیں۔
[illegible] علاوہ ازیں
[illegible] گرانمایہ ہے"
[illegible] (ادارہ)

سیرۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میدانِ تبلیغ میں

مکرم مولوی اقبال احمد صاحب نجم بی اے شاہد - مبلغ سپین

(۱)

سیدنا خاتم النبیین سرورِ کائنات فخرِ موجودات حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے لئے جاں باز - متوکل اور فنا فی اللہ کے بلند ترین مقام پر فائز تھے - آپؐ نے توحید کی منادی کرتے وقت اس بات کی کچھ پرواہ نہ کی کہ اس تبلیغ کے نتیجہ میں کیا کیا مشکلات اور بلائیں پیش آئیں گی - اور کس کس کی دشمنی مول لینی پڑے گی - بلکہ آپؐ نے تمام مشکلات اور مصائب کو اپنی جان پر جھیلا اور اپنے مولیٰ کے حکم بجا لانے میں ذرہ برابر بھی کسر اٹھا نہ رکھی - میدانِ تبلیغ میں جو مشکلات اور مصائب آپؐ کو برداشت کرنے پڑے - اُن کی مثال کسی اور نبی کی زندگی میں نہیں ملتی اور جو عظیم کام آپؐ کے سپرد ہوا وہ بھی اپنی ذات میں بے مثل اور بے مانند تھا - اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو فرمایا :-

"قُلْ یٰاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا" (سورہ اعراف)

کہہ دیجئے (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم)
کہ اے تمام (زمان و مکان کے) لوگو! میں
تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں -

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ کی رسالت بلا تمیز عربی و عجمی تمام دنیا کے لئے اور رہتی دنیا تک کے لئے تھی - چنانچہ اس عظیم مشن کو پورا کرنے کے لئے آپؐ ہر آن مولا کریم کے اشارے کے منتظر رہتے - ارشاد باری ہوا قُمْ فَاَنْذِرْ - اُٹھ کھڑا ہو اور لوگوں کو خدا کے نام پر بیدار کر (المدثر) اور آپؐ ہمہ تن تبلیغ کے کام میں مصروف ہو گئے - اپنے اقرباء اور اصدقاء میں تین سال تک تبلیغ کرتے رہے لیکن جب عام تبلیغ کے متعلق فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ کا حکم نازل ہوا کہ اے رسول! جو حکم تجھے دیا گیا ہے وہ کھول کھول کر لوگوں کو سنا دے تو آپؐ نے اپنے شہر مکہ کے رؤسا و امراء سے لے کر غرباء و فقراء تک سب کو مخاطب کیا - چنانچہ ایک دن آپؐ کوہ صفا پر چڑھ گئے اور بلند آواز سے پکار کر ہر قبیلہ کا نام لے کر قریش کو بلایا - فرمایا :-

"اے قریش! اگر میں تم کو یہ خبر دوں کہ
اس پہاڑی کے پیچھے ایک بڑا لشکر ہے
جو تم پر حملہ کرنے کو تیار کھڑا ہے تو کیا
تم میری بات کو مان لوگے؟"

بظاہر تھی تو یہ ناقابلِ قبول بات مگر سب نے یک زبان ہو کر کہا - مَا جَرَّبْنَا عَلَیْکَ اِلَّا صِدْقًا! ہاں ہم ضرور مان لیں گے کیونکہ ہم نے تمہیں صادق القول پایا ہے آپؐ نے فرمایا :-

"تو پھر سنو! اِنِّیْ نَذِیْرٌ لَّکُمْ بَیْنَ

یَدَیْ عَذَابٍ شَدِیْدٍ۔ میں تم کو
متنبہ کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کا
لشکر قریب پہنچ چکا ہے۔ خدا پر ایمان
لاؤ تا اس عذاب سے بچ جاؤ۔"

جب قریش نے یہ وعظ سنا تو سب نے ہنسی مذاق میں ٹال دیا اور آپؐ کے چچا ابولہب نے تو غصہ میں یہ تک کہہ دیا۔ تباً لک آلھذا جمعتنا۔ کہ تم ہلاک ہو کیا اسی لئے ہمیں یہاں جمع کیا تھا؟ چنانچہ خدائے عرش نے اپنے محبوب رسولؐ کی طرف سے اس کا جواب دیا —

"تَبَّتْ یَدَآ اَبِیْ لَھَبٍ وَّتَبَّ۔"

محمد صلے اللہ علیہ وسلم نہیں بلکہ ابولہب ہلاک ہوگا۔ اور اس کی سکیمیں فیل ہو کر رہیں گی۔ چنانچہ تمام لوگ آپؐ کا پیغام قبول کئے بغیر ہنسی مذاق کرتے ہوئے لوٹ گئے۔

(الطبری)

قریش مکہ کی اس بے رخی اور ہنسی مذاق سے آپؐ مایوس نہیں ہوئے اور یہ ہو بھی کیسے سکتا تھا کیونکہ خدا عرش سے ہر لمحہ اور ہر پل آپؐ کو تسلی دے رہا تھا۔ تاہم آپؐ نے انذر عشیرتک الاقربین کے حکم کی تعمیل میں یہ نفسیاتی طریق اختیار کیا کہ حضرت علیؓ سے ارشاد فرمایا کہ ایک دعوت کا انتظام کرو اور اس میں بنو عبد المطلب کو بلاؤ تا کہ اس ذریعہ سے ان تک پیغام تو پہنچا دیا جائے۔ چنانچہ یہ انتظام کیا گیا اور کم از کم چالیس افراد جمع ہو گئے۔ کھانا کھا چکنے کے بعد جب آپؐ نے تقریر شروع کی تو ابولہب نے سب کو منتشر کر دیا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ دعوت کا انتظام کئے جانے کے متعلق ارشاد فرمایا۔ چنانچہ آپؐ نے اول یوں مخاطب فرمایا۔

"اے بنو عبد المطلب! دیکھو میں تمہاری
طرف وہ بات لے کر آیا ہوں کہ اس سے
بڑھ کر اچھی بات کوئی شخص اپنے قبیلہ کی
طرف لے کر نہیں آیا۔ میں تمہیں خدا کی طرف
بلاتا ہوں۔ اگر تم میری مانو تو تم دین و دنیا
کی نعماء کے وارث قرار دیئے جاؤ گے۔ اب
بتاؤ اس کام میں میرا کون ساتھ دے گا؟"

سب خاموش تھے اور ہر طرف مجلس پر ایک سناٹا تھا کہ یکلخت ایک طرف سے تیرہ سال کا ایک تیلا دبلا بچہ جس کی آنکھوں سے پانی رواں تھا یوں گویا ہوا۔

"گو میں سب میں کمزور ہوں اور سب میں
چھوٹا ہوں مگر میں آپؐ کا ساتھ دوں گا۔"

یہ حضرت علیؓ کی آواز تھی اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام رشتہ داروں کی طرف دیکھا اور فرمایا۔

"اگر تم چاہو تو اس بچے کی بات سنو اور مانو!"

حاضرین نے یہ نظارہ دیکھا تو بجائے عبرت حاصل کرنے کے کھکھلا کر ہنس دیئے اور ابولہب نے اپنے بڑے بھائی ابوطالب سے کہا۔

"لو تو اب محمد ہمیں یہ حکم دیتا ہے کہ تم
اپنے بیٹے کی پیروی اختیار کرو۔"

اور پھر یہ لوگ اسلام اور بانیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی کمزوری پہ ہنسی اڑاتے ہوئے رخصت ہوئے۔

(تاریخ الطبری)

چونکہ قرآن کریم میں عقیدہ شرک کے خلاف اور مشرکین کے بتوں کے خلاف مسلسل آیات نازل ہو رہی تھیں اور مشرکین جن کی گھٹی میں اپنے بتوں کی محبت رچی ہوئی تھی جو اپنے باپ دادا کے روایتی مشرکانہ مذاہب کے

پاسبان بنے ہوئے تھے۔ بُتوں کی مذمت اور توحید کے حق میں دلائل سنتے تو آگ بگولہ ہو جاتے۔ اب ان کا ہنسی مذاق کا طریق معاندانہ مخالفت اور بہیمانہ ایذا رسانی کی صورت میں تبدیل ہو گیا۔ آپؐ کی آواز پر لبیک کہنے والے ابتدائی کمزور، نوعمر اور قوم میں بے حیثیت سمجھے جانے والے نیز آپؐ کا بابرکت وجود بھی مشرکین کی ایذا رسانیوں کا نشانہ بننے لگا۔ لیکن عزم و استقلال کے عظیم پیکر کے قدم ثبات اور توحید کی منادی میں کوئی فرق نہ آیا۔ آپؐ منکرین کی ہدایت کے لئے پہلے سے زیادہ بے چین و بیقرار رہنے لگے یہاں تک کہ آپؐ کے دل کی کیفیت کو اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں بیان فرمایا:۔

" لعلک باخع نفسک الا یکونوا
مؤمنین" (الشعراء ع)

(اے رسولؐ! تو شاید اس غم میں کہ یہ لوگ
ایمان نہیں لاتے اپنے آپ کو ہلاک کر لیگا")

(۲)

ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحن کعبہ میں خدا تعالیٰ کے سامنے سربسجود تھے۔ چند رؤساء قریش بھی قریب ہی مجلس جمائے بیٹھے تھے کہ ابوجہل نے کہا:۔

" اس وقت کوئی ہمت کرے اور فلاں کے
ہاں سے اونٹنی کی اوجھری مع خون اور گندی
آلائش کے اٹھا لائے اور جب آپؐ سجدہ
میں جائیں تو آپؐ کے دونوں کندھوں کے
درمیان سر پر رکھ دے۔"

چنانچہ عقبہ بن ابی معیط اٹھا اور آلائش سمیت اوجھ لا کر جب آپؐ سجدہ کی حالت میں تھے آپؐ پر رکھ دی اور پھر سب قہقہے لگانے لگ گئے۔ کسی نے جا کر حضرت فاطمہؓ کو خبر کر دی تو آپ دوڑی آئیں اور اپنے باپ کے کندھوں سے یہ گندگی کا بوجھ اتارا اور کفار کو برا بھلا کہا۔ تب آپؐ نے سر اٹھایا۔[1]

اسی طرح ایک دن آپؐ خانہ کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے کہ عقبہ بن ابی معیط نے آپؐ کے گلے میں کھردری چادر ڈال کر اس زور کے ساتھ کھینچی کہ آپؐ کا دم رکنے لگا۔ حضرت ابوبکرؓ کو علم ہوا تو وہ دوڑے آئے اور آپؐ کو اس بدبخت کے شر سے بچایا اور قریش سے مخاطب ہو کر کہا:۔

" اتقتلون رجلا ان یقول ربی اللہ"
(کیا تم اس شخص کو صرف اس لئے قتل کرتے
ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے)[2]

اسی طرح ایک اور موقع پر آپؐ صحن کعبہ میں توحید کا اعلان کر رہے تھے کہ قریش اس قدر جوش میں آ گئے کہ تلواریں نکال کر آپؐ کے ارد گرد اکٹھے ہو گئے اور ایک ہنگامہ برپا کر دیا۔ آپؐ کے ربیب یعنی حضرت خدیجہؓ کے فرزند حارث بن ابی ہالہ کو اطلاع ہوئی تو وہ بھاگتے ہوئے آئے اور خطرہ کی صورت پاکر آپ کو قریش کی شرارت سے بچانا چاہا مگر اس وقت بعض نوجوانان قریش کے اشتعال کی یہ کیفیت تھی کہ کسی بدباطن نے تلوار چلا کر حارث کو وہیں ڈھیر کر دیا۔[3] اس وقت کے شور و شغب میں معلوم نہ ہو سکا کہ قاتل کون تھا۔

اسی طرح ایک دن آپؐ اور آپؐ کے ساتھ چند صحابہؓ صحن کعبہ میں موجود تھے کہ حضرت ابوبکرؓ نے توحید کی منادی شروع کی۔ قریش نے حضرت ابوبکرؓ کی یہ جسارت

---

[1] ابن سعد و ابن ہشام [2] بخاری باب ما لقی النبی صلی اللہ علیہ وسلم من المشرکین۔ [3] اصابہ ذکر حارث

دیکھی تو حرم میں آکر ان پر ٹوٹ پڑے اور اس بے دردی
سے مارا کہ جب آپ کے قبیلہ کے لوگ آپ کو اٹھا کر گھر
لے گئے تو آپ بالکل بے ہوش تھے۔[1]

ان چند واقعات سے معلوم ہو سکتا ہے کہ آپؐ
کے میدانِ تبلیغ میں منکرین اور مشرکین کی طرف سے مخالفت
کتنی بھیانک صورت اختیار کر گئی تھی۔

(۳)

حضرت بلالؓ بن ابیح جو امیہ بن خلف کے حبشی
غلام تھے۔ ان کو ان کا آقا مکہ کے تپتے پتھروں پر ننگے جسم
کے ساتھ لٹا کر بھاری پتھروں کا وزن سینے پر رکھ دیتا کبھی
گردن میں رسہ باندھ کر شریر لڑکوں کو گھسیٹنے کے لئے
دے دیتا۔ یہاں تک کہ ان کا جسم خون سے تربتر ہو جاتا۔
اور کبھی خباب بن الارت کو بھٹی کے کوئلوں پر پیٹھ کے
بل لٹا کر سینہ پر بھاری بوجھ رکھ دیا جاتا تاکہ شدتِ درد
اور بوجھ کی وجہ سے آپ کی زبان باہر نکل آئی۔ حتیٰ کہ
بھٹی کے دہکتے ہوئے کوئلے آپ کے نیچے ہی ٹھنڈے ہو
جاتے اور کبھی حضرت صہیب رومیؓ کو اس قدر پیٹا جاتا
کہ ان کے حواس مختل ہو جاتے۔[2] حضرت یاسرؓ کو اتنی
تکلیف پہنچائی گئی کہ وہ بے چارے انہیں برداشت کرتے
کرتے ہی جان بحق ہو گئے اور بوڑھی سمیہؓ کی ران میں
بے دردی سے نیزہ مار کر ابوجہل نے انہیں دردناک طور
پر شہید کر دیا۔ غرضیکہ ہر طرف سفاکی۔ بربریت اور ظلم کا
۔۔۔ بازار گرم ہو گیا۔ آپؐ پر آوازے کسے جانے لگے۔ محمدؐ
کی بجائے مذمم۔ جادوگر اور مجنون کہا جانے لگا۔[3]
انہی حالات میں ایک دن جب کہ آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ کے پاس ٹیک لگائے بیٹھے تھے خبابؓ
بن الارت اور بعض دوسرے صحابہؓ آپ کی خدمت میں حاضر
ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! مسلمانوں کو قریش کے
ہاتھ سے اتنی تکالیف پہنچ رہی ہیں۔ آپ ان کے لئے بددعا
کیوں نہیں کرتے؟ آپ یہ الفاظ سنتے ہی اٹھ بیٹھے۔ اور
آپؐ کا چہرۂ مبارک سرخ ہو گیا اور آپؐ نے فرمایا:۔

"دیکھو! تم سے پہلے وہ لوگ گزرے ہیں۔
جن کا گوشت لوہے کی کنگھیوں سے نوچ
نوچ کر ہڈیوں تک صاف کر دیا گیا۔ مگر وہ
اپنے دین سے متزلزل نہیں ہوئے اور وہ
لوگ بھی گزرے ہیں جن کے سروں پر آرے چلا
کر ان کو دو ٹکڑوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ مگر
ان کے قدموں میں لغزش نہیں آئی۔ دیکھو!
خدا اس کام کو ضرور پورا کرے گا۔ حتیٰ کہ وہ
وقت آجائے گا کہ ایک شتر سوار صنعا سے
لے کر حضرموت تک سفر کرے گا اور اس کو
سوائے خدا کے اور کسی کا ڈر نہ ہو گا۔ مگر تم
تو جلدی کرتے ہو۔"

اسی طرح ایک اور موقع پر حضرت عبدالرحمٰن بن
عوفؓ مع چند صحابہؓ کے کفار کی ایذا رسانیوں کی تاب نہ
لاکر آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یوں گویا ہوئے کہ

"یا رسول اللہؐ! ہم مشرک تھے تو ہم معزز
تھے اور کوئی ہماری طرف آنکھ اٹھا کر نہیں
دیکھتا تھا لیکن جب سے مسلمان ہوئے ہیں
کمزور اور ناتواں ہو گئے ہیں اور ہمیں ذلیل ہو
کر کفار کے مظالم سہنے پڑتے ہیں۔ یا رسول
اللہؐ! آپ ہم کو اجازت دیں کہ ہم ان کفار

[1] الخمیس جلد (۱)۔ صفحہ ۳۳۲ ۔ [2] اسد الغابہ
تاریخ کامل ۔ [3] ۔ بخاری۔

کا مقابلہ کریں"

اس پر آپؐ نے فرمایا:—

"اِنّی امرتُ بالعفو فلا تقاتلوا" [1]

یعنی مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے عفو کا حکم ہے۔ پس میں تم کو لڑنے کی اجازت نہیں دے سکتا۔ سب کا سر تسلیم خدا اور اس کے رسولؐ کے فرمان کے سامنے خم ہو گیا۔ صحابہؓ نے اور آپؐ نے مصائب کو برداشت کرنے کا وہ اعلیٰ نمونہ دکھایا جو اپنی مثال آپ ہے۔

یہ تھے وہ اعلیٰ درجے کے اخلاق جو آپؐ نے میدانِ تبلیغ میں مخالفین اور معاندین کے ظلم اور سفاکی اور بربریت کے بالمقابل دکھائے اور اپنے مولا کی رضا پر راضی رہے۔ لیکن ادھر کفار مکہ نے جب یہ محسوس کیا کہ آپ اپنی تبلیغی سرگرمیوں میں کوئی کمی نہیں آنے دے رہے اور آہستہ آہستہ اسلام حضرت عمرؓ اور حضرت حمزہؓ جیسے بااثر لوگوں پر بھی اثر کرتا جا رہا ہے۔ تو انہوں نے ابوطالب کے پاس کئی وفود بھیجے اور کوشش کی کہ خاندان کا دباؤ ڈلوا کر آپؐ کی تبلیغی سرگرمیوں کو بند کر دیا جائے۔ یا آپ کے خاندان کی ہمدردیاں آپؐ سے منقطع کر دی جائیں۔ [2]

جب اس طرح بھی خاطر خواہ کامیابی نہ ہوئی تو ایک دفعہ آپؐ کی خدمت میں وفد بھیجا گیا اور یہ تجاویز پیش کیں کہ اگر آپؐ امیر ہونا چاہتے ہیں تو ہم بہت سا مال جمع کر دیتے ہیں۔ اگر آپ حکومت چاہتے ہیں۔ تو ہم آپ کو اپنا بادشاہ بنا لیتے ہیں اگر آپؐ کسی خوبصورت دوشیزہ کی خواہش رکھتے ہیں۔ تو عرب کی بہترین لڑکی تلاش کر دیتے ہیں۔ آپؐ یہ توحید کا درس اور بتوں کی تذلیل بند کر دیں۔ آپؐ نے یہ سن کر فرمایا کہ:—

"میں خدا کا رسول ہوں۔ خدا کا پیغام لے کر آیا ہوں۔ میرا دل تمہاری ہمدردی سے معمور ہے اگر تم میری بات مانو گے تو دین و دنیا میں فائدہ اٹھاؤ گے اور اگر رد کرو گے۔ تو خدا کی ناراضگی مول لو گے۔ اور خدا کی قسم اگر تم میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند بھی لا کر رکھ دو تو توحید کی تبلیغ تو میں بند نہیں کروں گا۔" [1]

—(۴)—

جب کفار مکہ کی سب کارروائیاں اکارت گئیں۔ تمام وفود ناکام لوٹے۔ حبشہ کی طرف ہجرت کر جانے والے مسلمانوں کو بھی لوٹا کر نہ لا سکے۔ خاندان بنو ہاشم کی ہمدردیاں بھی منقطع نہ کر سکے۔ ظلم و سفاکی سے آپؐ کو اور آپؐ کے ساتھیوں کو اپنے آباء کے مشرکانہ دین کی طرف بھی نہ لوٹا سکے۔ نہ کوئی فریب و لالچ ہی چل سکا۔ تو انہوں نے مل کر مکمل بائیکاٹ کی ٹھان لی۔ اور محرم سنہ ۶ کو ایک معاہدہ لکھا گیا۔ جس کی رو سے بنو ہاشم اور بنو مطلب سے کسی قسم کا تعلق ممنوع قرار دے دیا گیا۔ یہاں تک کہ خوراک بھی نہ پہنچنے دیتے تھے۔ یہ حالت دیکھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مع خاندان اور صحابہ شعب ابی طالب میں محصور ہو گئے [2] اور ان ایام میں جو سختیاں انہیں برداشت کرنی پڑیں ان کے تصور سے ہی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ صحابہؓ نے جنگلی درختوں کے پتے کھائے [3]

---

[1] نسائی بحوالہ تلخیص الصحاح جلد ۱، صفحہ ۱۵۲
[2] ابن ہشام۔

[1] سیرت ابن ہشام۔ طبری۔ زرقانی۔ [2] طبری۔ ابن سعد ابن ہشام۔ [3] کتب احادیث بحوالہ الروض الانف

بچوں کی یہ حالت تھی کہ محلّہ سے باہر ان کے روتے چلّانے کی آواز جاتی تو قریش خوش ہوتے[1] ابوجہل نے باقاعدہ ناکہ بندی کی ہوئی تھی تاکہ کھانے پینے کی کوئی چیز نہ پہنچے[2]۔ اور یہ تکلیف دہ حالات اڑھائی تین سال تک جاری رہے۔

اس کے بعد آپؐ کی زوجہ مطہرہ حضرت خدیجہؓ اور چچا ان صعوبتوں کے برداشت کرنے کی وجہ سے اور کمزور ہوجانے کے سبب سے جلد ہی وفات پاگئے۔ آپ نے یہ سب کچھ برداشت کیا مگر آپ کے پائے استقلال و عزم میں کوئی فرق نہ آیا۔ قریش کی بے رخی اور بدسلوکی دیکھی تو ملحقہ بستیوں کی طرف توجہ کی۔ حج کے ایام میں عکاظ۔ مجنہ اور ذوالمجاز کے میلوں میں تو آپ تبلیغ کیا ہی کرتے تھے پھر آپؐ نے طائف کے شہر کا پروگرام بنایا اور وہاں جاکر آپؐ نے دس دن قیام کیا[3] اور شہر کے روٴسار سے ملاقات کی اور آخر میں آپؐ نے یہاں کے رئیسِ اعظم عبدیالیل کو اسلام کی دعوت دی۔ مگر اس نے بھی قبول کرنے سے انکار کردیا اور تمسخر کا طریق اختیار کیا اور اس خیال سے کہ آپؐ کی باتوں کا شہر کے نوجوانوں پر اثر نہ ہوجائے آپؐ سے کہنے لگا کہ بہتر ہے آپؐ یہاں سے چلے جائیں اور شہر کے آوارہ لوگوں کو آپؐ کے پیچھے لگادیا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نکلے تو یہ آوارہ لوگ شور مچاتے اور پتھراؤ کرتے تین میل تک آپؐ کے پیچھے پیچھے آئے۔ یہاں تک کہ آپ کا سارا بدن خون سے تر بتر ہوگیا۔ آخر آپؐ نے مکہ کے ایک رئیس کے باغ میں پناہ لی اور خدا تعالیٰ کے حضور جھک کر یوں دعا کرنے لگے:۔

"اللّٰھم الیک اشکو ضعف قوّتی و
قلّۃ حیلتی وھوانی علی الناس اللّٰھم
یا ارحم الرّاحمین انت ربّ
المستضعفین وانت الی ...... الخ"

یعنی "اے میرے رب میں اپنے ضعفِ قوت اور قلت تدبیر اور لوگوں کے مقابلہ میں اپنی بےبسی کی شکایت تیرے ہی حضور کرتا ہوں اے میرے خدا تو سب سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے اور کمزوروں اور بیکسوں کا تو ہی نگہبان اور محافظ ہے اور تو ہی میرا مددگار ہے۔"

اسی اثناء میں پہاڑوں کا فرشتہ ظاہر ہوا تاکہ آپؐ کی خواہش کے پیشِ نظر حکم بجا لائے پس ملک الجبال نے سلام کے بعد کہا۔ اے محمدؐ! اللہ نے تیری قوم کی باتوں کو سنا۔ میں ملک الجبال ہوں۔ تیرے رب نے مجھے اس لئے بھیجا ہے کہ آپؐ مجھے حکم دیں تو میں ان دونوں پہاڑوں کو ان پر اس طرح الٹا دوں کہ یہ تہس نہس ہوکے رہ جائیں۔ لیکن رسولِ پاک صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

"نہیں۔ میں تو اپنے مولا سے یہ امید رکھتا ہوں کہ وہ ان کی نسلوں میں سے ایسے لوگ پیدا کرے گا جو خدائے واحد کی عبادت کرنے والے ہوں گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔"

یہ تھی وہ عظیم شفقت علی خلق اللہ جو حضرت رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلّم کے قلبِ مطہر میں موجزن تھی۔

(۵)

آپؐ کی اشہر الحرام کے ایام کی تبلیغی سرگرمیاں آخر پھل لائیں اور اہلِ یثرب جن کے اردگرد یہودی آباد تھے۔ ان کی کتب مقدسہ میں آنے والے نبی کی پیش گوئیاں موجود تھیں۔ جن کا چرچا اہلِ یثرب میں بھی ہوچکا تھا۔ چنانچہ

---

[1] ابن سعد ذکر حصر قریش۔ [2] ابن ہشام
[3] ابن سعد۔

مسابقت کی روح سے کہ مبادا یہودی قبول کرلیں اور وہ محروم رہ جائیں - جلد ہی اہل یثرب کے مختلف قبائل کی اچھی خاصی تعداد اسلام لے آئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں حضرت مصعب بن عمیرؓ کو پہلا مبلغ اور مربی بنا کر بھیجا - جن کی مساعی میں اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی برکت ڈالی - اہل یثرب کی اسلام کی طرف یہ رغبت دیکھ کر ہی آپؐ نے اپنے صحابہؓ کو یثرب کی طرف ہجرت کی اجازت دے دی - مکہ میں آپؐ، حضرت ابوبکرؓ اور حضرت علیؓ رہ گئے اور شاید کوئی ایک آدھ مسلمان اور بھی ہو - جب کفار نے آپؐ کو اس طرح بے یار و مددگار سمجھا تو سب نے مل کر آپؐ کو شہید کرنے کا منصوبہ بنایا - جس سے اللہ نے آپؐ کو اطلاع دے دی اور ہجرت کا حکم بھی دیا......

آپؐ حضرت ابوبکرؓ کو ساتھ لے کر مدینہ کی طرف ہجرت کر گئے اور آپؐ کو اپنا پیارا وطن بھی چھوڑنا پڑا - یثرب میں آکر ہر وقت کی ایذا رسانیوں سے کچھ سکون ملا تو آپؐ نے اپنی تبلیغی سرگرمیوں کو ہمسایہ سلطنتوں اور ہمسایہ قبائل تک وسیع کر دیا - بہت سے صحابہؓ کو مختلف قبائل اور اطراف میں مبلغ بنا کر بھیجا گیا - جس کے نتائج بہت عمدہ برآمد ہوئے لیکن کفار مکہ کو آپ کی یہ کامیابیاں ایک آنکھ نہ بھائیں کئی بار لشکر لے کر چڑھ آئے جس کے نتیجہ میں جنگ بدر - جنگ احد - جنگ احزاب - وغیرہ میں آپؐ کو اپنے عزیز صحابہؓ اور عزیز چچا حضرت حمزہؓ کی قربانیاں بھی پیش کرنی پڑیں - لیکن تبلیغ ہدایت میں کوئی فرق نہیں آیا - اور نازک مواقع پر بھی خدا کا نام بلند کرنے سے آپ نہیں رکے -

آپؐ کی تبلیغ کی وسعت کے نتیجہ میں دیگر قبائل اور علاقوں سے متعدد وفود جستجو کے لئے آنے لگے -

آپؐ نے بادشاہوں کے نام تبلیغی خطوط بھی لکھے قیصر روم ہرقل - فارس کے بادشاہ کسریٰ - نجاشی شاہ حبشہ - مقوقس شاہ مصر - رئیس بحرین - عمان کے بادشاہ - یمامہ کے سردار - غسان کے بادشاہ - یمن کے قبیلہ بنی نہد کے سردار - یمن کے قبیلہ ہمدان کے سردار - بنی علیم کے سردار حضرمی قبیلہ کے سردار کی طرف خطوط لکھے گئے - ان خطوط کا لکھنا بتاتا ہے کہ آپؐ خدا تعالیٰ پر کیسا کامل یقین رکھتے تھے - نیز یہ کہ آپؐ کسی ایک قوم کی طرف نہیں بلکہ تمام دنیا کی طرف نبی بنا کر بھیجے گئے ہیں - ان تبلیغی خطوط کا بہت عمدہ اثر ہوا اور اکثر قبائل مسلمان ہو گئے -

(۶)

کفار مکہ جو ہر وقت ریشہ دوانیوں کے ذریعہ مشکلات پیدا کرنے میں مشغول رہتے تھے ان کے متعلق بھی خدائی تقدیر اس رنگ میں پوری ہوئی - کہ آپؐ مکہ کو فتح کرنے کی غرض سے نکلے اور مکہ فتح ہو گیا

آپؐ نے عفو و درگزر اور اعلیٰ اخلاق کا وہ کامل نمونہ دکھایا کہ اہل مکہ کے دل موہ لئے - یہاں تک کہ سارا مکہ آپؐ پر ایمان لے آیا - پھر اس کے ایک سال بعد رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر عظیم اجتماع سے یوں خطاب فرمایا :-

"جس طرح یہ علاقہ مقدس ہے جس طرح یہ دن مقدس ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کی جان اور اس کے مال کو مقدس قرار دیا ہے اور کسی کی جان اور کسی کے مال پر حملہ کرنا ایسا ہی ناجائز ہے جیسے کہ اس مہینہ اور اس علاقہ اور اس دن کی ہتک کرنا - یہ حکم آج کے لئے نہیں - کل کے لئے نہیں بلکہ اس دن تک کے لئے ہے

جب تم خدا سے جا کر ملو۔"

پھر فرمایا:۔

"یہ باتیں جو میں تم سے آج کہتا ہوں ان کو
دنیا کے کناروں تک پہنچا دو۔"

اس کے بعد آپؐ نے اس عظیم اجتماع سے مخاطب ہو کر فرمایا:۔

"هَلْ بَلَّغْتُ رِسَالَتَهُ۔"

(کیا میں نے خداوند تعالیٰ کا پیغام اس کی مخلوق
تک پہنچا دیا ہے؟)

آپ نے یہ فقرہ کئی بار دہرایا جس کے جواب میں صحابہؓ نے مثبت جواب دیا۔ پھر آپؐ نے آسمان کی طرف اشارہ کیا یعنی خالق اور مخلوق دونوں کو اپنے فرض تبلیغ کے باحسن سرانجام دینے پر گواہ ٹھہرایا۔ اور اسی دن یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:۔

"اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ
عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ۔"

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی
ایک عظیم الشان کامیاب زندگی ہے آپؐ
کیا بلحاظ اپنے اخلاق فاضلہ کے اور کیا بلحاظ
اپنی قوت قدسیہ اور عقد ہمت کے اور کیا بلحاظ
اپنی تعلیم کی خوبی اور تکمیل کے اور کیا بلحاظ
اپنے کامل نمونہ اور دعاؤں کی قبولیت کے
غرض ہر طرح اور ہر پہلو میں چمکتے ہوئے شواہد
اور آیات اپنے اندر رکھتے ہیں۔ جن کو دیکھ کر
ایک غبی سے غبی انسان بھی بشرطیکہ اس کے
دل میں بے جا غصہ اور عداوت نہ ہو صاف
طور پر مان لیتا ہے کہ آپ تخلقوا باخلاق
اللہ کا کامل نمونہ اور کامل انسان ہیں"

(الحکم ۱۰ اپریل ۱۹۰۲ء صفحہ ۲)

اللّٰھم صلّ وسلّم وبارك علیه وآله
بعدد همّه وغمّه وحزنه لهٰذه الامّة و
انزل علیه انوار رحمتك الی الابد۔

"خاتم النبیین" کے معنے "افضل النبیین" ہیں

حضرت امام فخر الدین رازی اپنی مشہور تفسیر "مفاتیح الغیب" المعروف "تفسیر کبیر" میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"فالعقل خاتم الكل والخاتم يجب
ان يكون افضل الا ترى ان رسولنا
صلى الله عليه وسلم لما كان خاتم
النبيين كان افضل الانبياء عليهم
الصلوٰة والسلام والانسان لما
كان خاتم المخلوقات الجسمانية كان
افضلها۔ وكذالك العقل لما كان خاتم
الخلع الفائضة من حضرة ذى الجلال
كان افضل الخلع واكملها۔"

(تفسیر کبیر امام رازی جلد ۶۔ صفحہ ۳۱)

ترجمہ:۔ اور عقل تمام خلعتوں کی خاتم ہے۔ اور خاتم کے لئے واجب ہے کہ وہ افضل ہو۔ دیکھو ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہوئے تو سب نبیوں سے افضل قرار پائے اور انسان جسمانی مخلوقات کا خاتم قرار پانے کے باعث سب سے افضل ٹھہرا۔ اسی طرح عقل جب ان خلعتوں کی خاتم ہے تو ضرور ہے کہ وہ ان سب سے افضل و اکمل ہو۔

"اجمالی خاکہ" بقیہ صفحہ ۱۹

آسیب اور بیماری لاحق ہے۔ میں تو خدا کی طرف
سے ایک رسول ہوں اور خدا کا پیغام لے کر
تمہاری طرف آیا ہوں اور میرا دل تمہاری
ہمدردی سے معمور ہے۔ اگر تم میری بات سنو
اور مانو تو دین اور دنیا میں تمہارا ہی فائدہ ہے
اور اگر تم اسے رد کرو تو میں اس صورت میں
صبر اور تحمل کے ساتھ فیصلہ کا انتظار کرونگا۔"
اس پر قریش کے سردار سخت ناراض ہو کر چلے گئے۔ دوسرے
دن ابوجہل ایک بڑا پتھر لے کر کعبہ کے پاس آپؐ کا انتظار کرنے
لگا تا آپؐ تشریف لائیں تو وہ پتھر مارے۔ لیکن جب آپؐ
آئے تو اس پر ایسا رعب طاری ہوا کہ پتھر زمین پر پھینک کر
چلا گیا۔

مسلمانوں کی شعب ابی طالب میں محصوری اور مظالم کی انتہا

محرم ۷ نبوی میں مکہ والوں نے آپس میں ایک
معاہدہ کیا کہ بنو ہاشم اور بنو مطلب سے کوئی رشتہ نہ کرے اور
ان سب کا اقتصادی اور باقی ہر قسم کا مقاطعہ کیا جائے۔
جب تک وہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے الگ نہ ہو جائیں
اور آپؐ کو ان کے حوالے نہ کر دیں۔ یہ معاہدہ باقاعدہ ضبط
تحریر میں لایا گیا تا کہ کوئی اس کی خلاف ورزی نہ کرے چنانچہ
آپؐ خود اور تمام مسلمان شعب ابی طالب میں محصور کر دیئے
گئے جو بنو ہاشم کا خاندانی درہ تھا۔ وہاں کھانے پینے کی کوئی
چیز نہ پہنچنے دی جاتی۔ یہانتک کہ بعض دفعہ درختوں کے
پتے کھا کھا کر گزارہ کرتے۔ کوئی چمڑے کا ٹکڑا پڑا ہوا نظر آ
جاتا تو اسے بھون کر کھا جاتے۔ بچوں کے رونے اور بلبلانے
کی آواز اونچی ہوتی تو قریش سُن سُن کر خوش ہوتے۔ اس
حالت میں حضورؐ خود اور مسلمان اڑھائی تین سال کے
عرصہ تک رہے۔ تب بعض لوگوں نے اس ظلم کو ناپسند کیا۔
اور اس کے خلاف ان کی غیرت بیدار ہوئی۔ چنانچہ انہوں نے
حوصلہ کر کے اس معاہدہ کو پھاڑ دیا اور مسلمان محصوری کی
حالت سے باہر نکل آئے۔ شق القمر کا معجزہ غالباً ان ہی
دنوں میں دکھایا گیا۔

حضرت خدیجہؓ اور ابو طالب کی وفات

شعب ابی طالب سے نکل آنے کے جلد بعد پہلے
ابو طالب اور پھر حضرت خدیجہؓ فوت ہو گئیں۔ وہ اس عرصہ
کی سختیوں کی تاب نہ لا سکے۔ ابو طالب کی عمر اسی سال تھی
اور حضرت خدیجہؓ کی پینسٹھ سال۔ ابو طالب نے اسلام کو
قبول تو بے شک نہ کیا لیکن شروع سے آخر تک قریش کے
مقابلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کرتے رہے اور
سختیوں اور مظالم کے برداشت کرنے میں برابر کے شریک
رہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پدرانہ شفقت
رکھتے تھے۔

حضرت خدیجہؓ کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کو بہت محبت تھی۔ سوائے ایک کے باقی سب اولاد بھی آپؐ
کی انہی کے بطن سے ہوئی۔ مصائب کے سارے زمانہ میں وہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے موجب آرام و تسکین رہیں
سو حضرت ابو طالب اور حضرت خدیجہؓ کی وفات آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بہت صدمہ کا موجب ہوئی۔

حضرت خدیجہؓ اور ابو طالب کی وفات کے بعد
قریش آپ کی مخالفت میں اور زیادہ دلیر ہو گئے۔ تبھی یہ واقعہ
بھی پیش آیا کہ آپ صحن کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے کہ ابوجہل

کے اشتعال دلانے پر عقبہ بن ابی معیط نے آپؐ کی کمر مبارک پر ذبح شدہ اونٹنی کا خون اور آلائش سے بھرا ہوا بچہ دان ڈال دیا اور پھر سب قہقہہ مار کر ہنس پڑے۔ حضرت فاطمہؓ نے اسے آپؐ کے اوپر سے اتارا۔

حضرت عائشہؓ اور حضرت سودہؓ سے شادی

حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد آپؐ نے شوال سنہ ۱۰ نبوی میں حضرت عائشہؓ اور حضرت سودہؓ سے نکاح کئے۔ حضرت سودہؓ کا تو رخصتانہ بھی ہو گیا لیکن حضرت عائشہؓ کی عمر ابھی چھوٹی تھی۔ ان کا رخصتانہ مدینہ جا کر ہوا۔ حضرت عائشہؓ سے شادی الٰہی ارشاد کے تحت ہوئی۔ ان کے ذریعہ دین کا تیسرا حصہ جو عورتوں کے ساتھ تعلق رکھتا ہے امت محمدیہ کو پہنچا۔ حضرت عائشہؓ بے حد ذہین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت محبت کرنے والی تھیں۔

طائف کا سفر

شوال سنہ ۱۰ نبوی میں آپؐ تبلیغ کی غرض سے طائف تشریف لے گئے جو مکہ سے جنوب مشرق کی طرف چالیس میل کے فاصلے پر ہے۔ وہاں آپؐ نے دس دن قیام کیا۔ اور اسلام کی دعوت دی لیکن طائف والوں نے ماننے سے انکار کر دیا اور ہنسی اڑائی۔ وہاں کے رئیس عبد یالیل نے آپؐ کی واپسی پر آوارہ گرد لڑکوں کو آپؐ کے پیچھے لگا دیا۔ انہوں نے آپؐ پر پتھر پھینک کر آپؐ کو لہو لہان کر دیا۔ جب آپؐ طائف سے تین میل پر گئے تو آپؐ نے دعا فرمائی۔

ترجمہ: "اے میرے رب میں اپنی ضعف قوت اور قلت تدبیر اور لوگوں کے مقابلہ کرتے ہوئے تیرے سامنے اپنی بے بسی کی شکایت کرتا ہوں۔

اے میرے خدا تو سب سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔ کمزوروں اور بے بسوں کا تو ہی نگہبان و محافظ ہے تو ہی میرا پروردگار ہے۔۔۔۔ میں تیرے ہی منہ کی روشنی میں پناہ کا خواستگار ہوں کیونکہ تو ہی ہے جو ظلمتوں کو دور کرتا اور دنیا و آخرت کے حسنات کا وارث بناتا ہے۔"

بعد میں آپؐ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ اس وقت پہاڑوں کا فرشتہ میرے پاس آیا اور کہا کہ ارشاد ہو تو یہ پہاڑ ان لوگوں پر گرا کر ان کا خاتمہ کر دوں۔ آپؐ نے فرمایا "نہیں نہیں۔ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ انہی میں سے ایسے لوگ پیدا کرے گا جو خدائے واحد کی پرستش کریں گے۔"

معراج اور اسراء

اس کے کچھ عرصہ بعد آپؐ کو معراج اور اسراء کے واقعات پیش آئے۔ یہ دونوں الگ الگ ہیں۔ یہ روحانی تجارب بھی اپنی خاص شان رکھتے ہیں۔ معراج کا ذکر قرآن کریم میں سورۃ نجم کے پہلے رکوع میں ہے اور اسراء کا ذکر سورۃ بنی اسرائیل کی ابتدا میں۔ حدیثوں میں بھی ان دونوں کا الگ الگ ذکر ہے۔

واقعہ معراج سے بہت پہلے نماز کا آغاز تو ہو چکا تھا مگر باقاعدہ صورت میں پانچ وقت کی نماز کی ابتداء معراج کے بعد ہوئی۔ نماز کو خود بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مومن کا معراج فرمایا ہے۔ یعنی انسان کو بلندیوں تک پہنچانے والی بشرطیکہ اسے اپنی تمام شرائط کے ساتھ ادا کیا جائے۔

غلبہ روم کی پیشگوئی

اس زمانہ میں سلطنت روم اور سلطنت فارس کی باہمی جنگ ہوئی۔ سلطنت فارس نے سلطنت روم کے کئی

علاقے چھین لئے جس سے مشرکین مکہ بہت خوش ہوئے۔ آپؐ نے پیشگوئی فرمائی (سورۃ روم) کہ چند سال کے عرصہ میں روم فارس پر غالب آجائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور مشرکین کی خوشی رنج سے بدل گئی۔

حج کے دنوں میں تبلیغ

تبلیغ کو آپؐ کبھی بھی نظر انداز نہ فرماتے۔ یہی آپؐ کو خدائی حکم تھا۔ آپؐ حج کے دنوں سے بھی تبلیغ کے لئے فائدہ اٹھاتے۔ ۱۱ سنہ نبوی ماہ رجب میں آپؐ نے یثرب (مدینہ) کے قبیلہ خزرج کے کچھ آدمیوں کو تبلیغ فرمائی تو وہ مسلمان ہو گئے۔ یہ چھ آدمی تھے۔ انہوں نے کہا کہ وہ یثرب میں جاکر اپنے بھائیوں کو بھی بتائیں گے۔

بیعتِ عقبہ اولیٰ

۱۲ سنہ نبوی میں حج کے موقعہ پر اہل یثرب کی ایک چھوٹی سی جماعت پر نظر پڑی۔ آپؐ ان سے منیٰ کی طرف جاتے ہوئے عقبہ کے پاس ملے۔ یہ بارہ آدمی تھے جن میں سے پانچ پچھلے سال ایمان لانے والے تھے اور سات نئے۔ یہ سب قبائل اوس و خزرج میں سے تھے جو یثرب کے مشرک قبائل تھے۔ ان سات نے بھی آپؐ کے دستِ مبارک پر بیعت کر لی۔ یہ بیعت مدینہ میں اسلام کے قائم ہونے کا پیش خیمہ تھی۔ اور "عقبہ اولیٰ" کہلاتی ہے۔ ان نئے مسلمانوں کی درخواست پر آپؐ نے ان کی تعلیم و تربیت کے لئے مصعبؓ بن عمیر کو ان کے ساتھ بھیج دیا۔

یثرب میں اسلام کی اشاعت اور اجتماعی زندگی

حضرت مصعبؓ بن عمیر نے یثرب پہنچ کر اسعدؓ بن زرارہ کے مکان پر رہائش رکھی جو یثرب میں سب سے پہلے مسلمان تھے اور نہایت مخلص اور بااثر بزرگ تھے۔ مصعبؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت پر اسی مکان میں مسلمانوں کو جمعہ بھی پڑھانا شروع کیا اور اس طرح ان کی اجتماعی زندگی کا آغاز ہوا۔ تھوڑے ہی عرصہ میں اوس اور خزرج میں سے بہت سے مسلمان ہو گئے۔ سعدؓ بن معاذ اپنے قبیلہ کے رئیس اعظم اور تمام قبائلِ اوس کے سردار تھے۔ انہوں نے ابتداء میں مخالفت کی لیکن اسیدؓ کی تحریک پر جو اُن سے دوسرے نمبر پر سردارِ قوم تھے مصعبؓ کے پاس چلے گئے اور وہاں قرآن سن کر مسلمان ہو گئے۔ سعدؓ اور اُسیدؓ کے مسلمان ہو جانے پر سارا قبیلہ مسلمان ہو گیا۔ یہ دونوں چوٹی کے مسلمانوں میں شمار ہوتے ہیں اور انصار میں ان کا بہت بلند پایہ ہے۔ سعدؓ بن معاذ کو مدینہ میں وہی حیثیت حاصل تھی جو حضرت ابوبکرؓ کو مکہ میں تھی۔ آپ نوجوان تھے اور نہایت ذہین۔ افسوس کہ نوجوانی میں ہی ان کی وفات ہو گئی۔ یثرب میں اسلام کے پھیل جانے کی وجہ سے قریش میں اور غم و غصہ پیدا ہوا۔

بیعتِ عقبہ ثانیہ

اگلے سال ۱۳ سنہ نبوی میں اوس اور خزرج کے کئی سو آدمی حج کے لئے مکہ میں آئے۔ ان میں سے ستر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ملے۔ مصعبؓ بن عمیر ان کے ساتھ تھے۔ حضورؐ نے اس خیال کا اظہار فرمایا کہ آپؐ مکہ سے چلے جانا چاہتے ہیں اور ان سے دریافت فرمایا کہ حضورؐ یثرب جائیں تو کیا وہ حضورؐ کی حمایت اور حفاظت کریں گے۔ ان ستر آدمیوں نے آپؐ کی حفاظت کا عہد کیا اور آپؐ کے دستِ مبارک پر اس بات کے لئے بیعت کی۔ جسے "بیعت عقبہ ثانیہ" کہتے ہیں۔ آپؐ نے اس وقت ان میں سے بارہ نقیب

مقرر پائے جو آپؐ کے سامنے قوم کی طرف سے جوابدہ اور ذمہ دار قرار دیئے گئے۔ اُن کے نام یہ ہیں :-

اسعدؓ بن زرارہ۔ اُسیدؓ بن الحضیر۔ ابو الہیثم۔ سعدؓ بن عبادہ۔ البراءؓ بن معرور۔ عبداللہؓ بن رواحہ۔ عبادہ بن صامت۔ سعدؓ بن الربیع۔ رافع بن مالک۔ عبداللہؓ بن عمرو۔ سعد بن خیثمہ۔ منذر بن عمرو۔

ہجرت

انصار کے ساتھ اس عہد و پیمان کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رویاء کی بنا پر ہجرت کرکے یثرب جانے کا فیصلہ فرمالیا اور مسلمانوں کو فرمایا کہ جو ان میں سے یثرب جاسکتے ہوں چلے جائیں۔ چنانچہ اکثر مسلمان ہجرت کرگئے صرف حضورؐ خود اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت علیؓ معہ اہل و عیال اور کچھ ایسے لوگ جو اپنی کمزوری کی وجہ سے ہجرت کی طاقت نہ رکھتے تھے۔ مکہ میں رہ گئے۔ اس پر قریش نے دارالندوہ میں جمع ہوکر مشورہ کرکے یہ طے کیا کہ ہر ایک قبیلہ میں سے ایک ایک آدمی چنا جائے اور یہ سب مل کر محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کردیں تاکہ کسی ایک پر ذمہ داری نہ آئے۔ اللہ تعالیٰ نے جبریلؑ کے ذریعہ آپؐ کو اُن کے ارادہ سے اطلاع دی اور اجازت دی کہ آپؐ ہجرت کرکے یثرب چلے جائیں۔ گرمیوں کے دن تھے۔ اس رات کفار نے اپنے ارادۂ قتل کو پورا کرنے کے لئے آپؐ کے گھر کے گرد گھیرا ڈالا ہوا تھا۔ آپؐ نے حضرت علیؓ کو اپنے بستر میں لٹا دیا اور انہیں تسلی دی کہ انشاء اللہ انہیں کوئی گزند نہیں پہنچے گا۔ آپؐ گھر سے نکلنے میں کامیاب ہوگئے۔ چونکہ ابھی رات کا پہلا حصہ ہی تھا کفار کو یہ خیال نہ تھا کہ آپؐ اسی وقت چلے جائیں گے۔ یہ پہلے طے پا چکا تھا کہ حضرت ابوبکرؓ غارِ ثور کے راستہ میں اونٹنی سمیت موجود رہیں۔ راستہ میں انہیں ساتھ لے کر حضورؐ غارِ ثور میں پہنچے اور وہاں پناہ لی۔ یہ غار مکہ سے تین میل دور مدینہ سے مخالف جانب واقع ہے۔ اس کا راستہ بہت دشوار گزار ہے۔

غارِ ثور

صبح کے وقت کفار کو علم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر سے نکل گئے ہیں اور آپؐ کی جگہ بستر پر حضرت علیؓ ہیں۔ انہوں نے غصہ میں آکر حضرت علیؓ کو کچھ مارا پیٹا پھر حضرت ابوبکرؓ کی تلاش کی۔ وہ بھی غائب پائے تب انہوں نے یہ اعلان کیا کہ جو دشمن محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو زندہ یا مردہ پکڑ کر لائے گا اسے سَو اونٹ انعام دیئے جائیں گے۔ کچھ لوگ کھوج نکالتے نکالتے غارِ ثور کے منہ تک پہنچ گئے۔ لیکن اندر جھانکنے سے انہیں یقین ہوگیا کہ یہاں پناہ نہیں لے سکتے۔ ایک مکڑی نے اس کے منہ پر جالا بھی تن دیا تھا اس وقت حضرت ابوبکرؓ نے گھبراہٹ کا اظہار فرمایا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :—

"لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا" (توبہ ع ۶)

یعنی تو کوئی غم نہ کر یقیناً اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ غارِ ثور میں آپؐ تین رات ٹھہرے حضرت ابوبکرؓ کے صاحبزادہ عبداللہؓ وہاں مکہ کی خبریں پہنچا جاتے اور ان کا خادم عامر بن فہیرہ رات کو دودھ دے جاتا۔ تیسرے دن علی الصبح آپؐ غار سے نکلے۔ یہ پیر کا دن اور یکم ربیع الاول ۱۴ سنہ نبوی مطابق ۱۶ ستمبر ۶۲۲ء تھا۔ آپؐ ایک اونٹنی قصواء پر سوار ہوئے جسے عامر بن فہیرہ لایا تھا۔ دوسری اونٹنی پر حضرت ابوبکرؓ اور عامر سوار ہوگئے۔ روانہ ہوتے وقت آپؐ نے مکہ کی طرف منہ کرکے فرمایا :-

(ترجمہ :- "اے مکہ کی بستی تو مجھے سب جگہوں سے زیادہ عزیز ہے مگر تیرے لوگ مجھے یہاں رہنے نہیں دیتے۔"

آپؐ اصل راستے چھوڑ کر ساحلِ سمندر کے قریب قریب یثرب

کی طرف روانہ ہوئے اور برابر ایک رات اور دن کا کچھ حصہ چلتے رہے۔ دوسرے دن دوپہر کے قریب ایک بڑے پتھر کے سایہ میں آپ نے آرام فرمایا۔ تھوڑی دیر بعد دوبارہ وہاں سے چل پڑے۔ انعام حاصل کرنے کی غرض سے سراقہ بن مالک نے آپؐ کا تعاقب کیا۔ مگر اس کے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور وہ زمین پر گر گیا۔ اٹھ کر پھر تعاقب شروع کیا لیکن آپؐ کے قریب پہنچا تو گھوڑے کے پاؤں زمین میں دھنس گئے اور وہ وہیں کھڑا ہو گیا۔ پھر بھی سراقہ نے گھوڑے کو چلانے کی کوشش کی مگر نہ چلا۔ اس نے فال نکالی تو وہ بھی خلاف نکلی۔ تب اس نے ناکام ہو کر واپسی کا ارادہ کر لیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مخاطب ہو کر فرمایا۔ کہ

"میں تمہارے ہاتھ میں کسریٰ کے سونے کے کنگن پڑے ہوئے دیکھتا ہوں۔"

وہ بہت حیران ہوا کہ کہاں سراقہ اور کہاں کسریٰ کے کنگن؟ فتح مکہ کے بعد سراقہ مسلمان ہو گیا اور حضرت عمرؓ کے وقت میں جب ایران فتح ہوا تو اور سامان کے ساتھ کسریٰ کے کنگن بھی آئے۔ حضرت عمرؓ نے وہ سراقہ کو پہنا دیئے۔

مدینہ

آٹھ روز کے سفر کے بعد ۱۲ ربیع الاول سنہ ۱۴ نبوی کو مطابق ۲۰ ستمبر سنہ ۶۲۲ء آپ یثرب پہنچے۔ وہاں مسلمان آپؐ کے انتظار میں تھے۔ آپؐ کے تشریف لے جانے کے بعد یثرب کا نام مدینہ ہو گیا۔ یہاں سے آپؐ کی مبارک زندگی کا دوسرا دور شروع ہوا۔ وہ نور جو مکہ میں ظاہر ہوا تھا۔ مکہ والوں کی بدقسمتی سے ہمیشہ کے لئے مدینہ چلا گیا اور وہاں سے پھر ساری دنیا میں پھیلا۔ اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد وبارک وسلم۔

رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی بے مثال استقامت

محترم جناب محمد عبدالحق صاحب مجاہد امرتسری۔ لاہور

~~~~~ (۱) ~~~~~

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جہاں اپنی ہزاروں صفات میں دیگر انبیاء پر فضیلت رکھتے ہیں۔ وہاں اپنی بے مثال استقامت میں بھی طور پر سب سے ممتاز ہیں۔ مثلاً دوسرے انبیاءؑ نے جہاں اپنے مخالفین کی انتہائی شقاوت سے تنگ آکر ان کی تباہی اور ہلاکت کی بددعا کی وہاں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عام طور پر اپنی قوم کے لئے کوئی اس قسم کی بددعا نہیں کی۔ خدا کے انبیاءؑ اپنے منصب کے لحاظ سے چونکہ بشیر ہونے کے علاوہ نذیر بھی ہوتے ہیں۔ اس لئے اس فرض منصبی کی ادائیگی کے لئے خدا تعالیٰ کی خاص حکمتوں کے ماتحت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض مخصوص اشخاص کی ہلاکت کے لئے ضرور بددعا کی جیسا کہ ابوجہل وغیرہ کے متعلق بددعا فرمائی۔ مگر آپ کی زندگی میں یہ بات بالکل نمایاں نظر آتی ہے کہ آپؐ نے بحیثیت مجموعی اپنے دشمنوں کے ساتھ عفو و درگزر ہی کا سلوک کیا یہانتک کہ طائف کے غنڈوں کے پتھروں سے جب لہولہان ہو گئے ایڑیاں زخمی ہو گئیں۔ حضورؐ نے یہی فرمایا "اے الٰہی میری قوم کو ہدایت دے کیونکہ یہ لوگ اپنی ناشناسی کے باعث مجھے ایذا پہنچا رہے ہیں۔ ورنہ اگر یہ لوگ میرے مقام کو شناخت کرتے تو ایسا نہ کرتے۔"

آپؐ کی استقامت اور ثابت قدمی کا اعلان قرآن مجید نے ان الفاظ میں فرمایا کہ:۔

"ان سے کہہ دے کہ میں تمہاری دھمکیوں اور تمہارے
~~~~~

خوفناک منصوبوں سے نہیں ڈرتا کیونکہ میری زندگی اور
میری موت، میری عبادت اور میرا چین و آرام سب خدا
ہی کے لئے ہے۔ پھر تمہاری مخالفت اور معاندت سے
میرے ارادوں میں کس طرح تغیر و تبدّل ہو سکتا ہے؟"

(۲)

کسی انسان کے استقلال اور استقامت کے سخت ترین امتحان
کی گھڑیاں وہ ہوتی ہیں جبکہ اس کے پیارے دوست اور لواحقین اس
کے راستے اور ارادوں میں اپنی دوستی کے طفیل تغیر و تبدل کرانا چاہتے
ہیں۔ بہت ممکن ہے کہ ایک انسان اپنے اعداء اور مخالفین کی ترہیب
سے ڈر کر اپنے مقصد و مدعا کو چھوڑنے پر تیار نہ ہو مگر اپنے دوستوں
اور رشتہ داروں اور پیاروں کی ترغیب کے علی الرغم اپنے پائے
استقامت میں تزلزل نہ آنے دینا یقیناً اس کی استقامت اور
استقلال کا عظیم الشان ثبوت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو
تبلیغ حق اور توحید خداوندی کے اعلان سے مخالفین نے بارہا روکنا
چاہا۔ انواع و اقسام کے مصائب اور شدائد میں مبتلا کیا مگر ان کی یہ
سرگرمیاں کارگر نہ ہوئیں۔ تبھی تو انہوں نے ترہیب و تعذیب کے طریق
کو چھوڑ کر تحریص و ترغیب کے ہتھیار سے کام لینا شروع کیا مگر پھر
بھی ان کے تمام وعدے خدا تعالیٰ کے اولوالعزم رسول ؐ کو توحید
الٰہی کی اشاعت سے نہ روک سکے۔ آخر ہر طرح سے مایوس ہو کر
وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابوطالب (جن کی کفالت
میں آپؐ تھے) کے پاس گئے اور جا کر کہا:—

"اے ابوطالب! تو ہماری نظروں میں معزز اور
بزرگ ہے۔ تیرے بھتیجے نے ہمارے بتوں کی مذمت
اپنا شعار اور ہمارے متعدد خداؤں کے بالمقابل
خدائے واحد کی تبلیغ کرنا اپنی زندگی کا مقصد قرار
دے لیا ہے۔ ہم نے اس کو بہت روکا مگر اس پر
ہماری کسی بات کا اثر نہیں ہوتا۔ اب ہم تیرے پاس
آئے ہیں اور تجھ سے کہتے ہیں کہ تُو اپنے بھتیجے کو
سمجھا کیونکہ ہم کو محض تیرا پاس خاطر ہے جس
کے باعث ہم نے اس کو جانی نقصان نہیں پہنچایا
لیکن آج ہم کہتے ہیں کہ اگر اب بھی وہ باز نہ آیا
تو ہم تیرا بھی مقابلہ کریں گے۔"

ابوطالب نے ان سے وعدہ کیا کہ وہ آپؐ کو سمجھائیں گے۔ چنانچہ ابوطالب
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا:—

"اے میرے پیارے بھتیجے! اب میں بہت بوڑھا
ہو گیا ہوں۔ قریش کا زیادہ عرصہ تک مقابلہ کرنے
کی مجھ میں طاقت نہیں۔ میں تجھ سے یہ نہیں کہتا کہ تُو
ایک خدا کو نہ مان۔ البتہ یہ کہتا ہوں کہ ان کے بتوں
کی مذمت نہ کر اور اپنے مخصوص خیالات کی تبلیغ
چھوڑ دے!"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیغام کو سنا اور جواب دیا:—

"اے چچا اگر میرے دائیں ہاتھ میں سورج اور بائیں
ہاتھ میں چاند لا کر رکھ دیں پھر بھی میں اس کام کو
نہیں چھوڑوں گا۔ سوائے اس کے کہ خدا مجھ کو اس
جنگ میں غالب کر دے یا میں اس میں مارا جاؤں"

یہ فرمایا۔ اور ساتھ ہی خیال آیا۔ کہ دنیا میں ایک ہی پیارا اور
شفیق چچا تھا۔ وہ بھی ساتھ چھوڑ رہا ہے۔ آنکھوں سے آنسو
بہہ نکلے اور منہ موڑ کر دوسری طرف چل پڑے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ان الفاظ نے ابوطالب
کو بیتاب کر دیا۔ ابوطالب نے کہا:—

"اے میرے بھائی کے بیٹے! میری طرف آ۔ تو جو
چاہتا ہے کر۔ میں دنیا کی کسی چیز کے بدلے بھی
تجھ کو چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہوں۔"

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی عبادت
اور
آپؐ کا زُہد

(محترم جناب غلام باری صاحب سیف پروفیسر جامعہ احمدیہ ربوہ)

مذہبی شخصیت کے لئے عبادت اور زہد ایک اہم معیار ہے۔ عبادت یہ ظاہر کرتی ہے کہ اس کا خدا سے کیا تعلق تھا۔ اسے خدا سے کتنا اور کیسا پیار تھا خدا کی یاد اس کے دل میں کیسی تھی۔ اس کے روز و شب میں، حرکت و سکون میں کتنی للٰہیت تھی۔ اگر ایک شخص مذہبی راہ نمائی کا مدعی ہے لیکن خدا کا ذکر کبھی اس کے لب پر نہیں آتا اس کا سارا پیار دنیا سے ہے۔ اور ساری قوت اور صلاحیت اس کی دنیا کے لئے ہی صرف ہوتی ہے۔ تو وہ شخص مذہبی راہ نمائی تو رہی ایک طرف خدا والا بھی نہیں کہلا سکتا۔ عبادت کا جو طریق تصور حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا۔ اور جس طریق پر آپؐ نے خدا کی عبادت کی وہ یہ ظاہر کرتی ہے کہ ان کی ساری زندگی خدا کے لئے تھی۔ ان کی زندگی میں خدا ہی خدا تھا۔

عبادت کا اسلامی تصور

عبادت کے متعلق حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ تصور قائم فرمایا کہ ہر کام جو خدا کے لئے کیا جائے۔ خدا کے حکم اور اسکی محبت کی وجہ سے کیا جائے وہ عبادت ہے مثلاً اگر آپ بیوی بچوں کو کھلاتے ہیں اور صرف اس لئے کھلاتے ہیں کہ آپ کو ان سے پیار ہے تو یہ عبادت نہیں۔ لیکن اگر آپ اس لئے ان کو کھلاتے ہیں کہ میرے خدا کا حکم ہے۔ اور اگر میں اس میں کوتاہی کرتا ہوں تو خدا کے سامنے میں جوابدہ ہوں گا تو یہ عین عبادت ہے۔ اگر آپ نے موٹر خریدی ہے کہ سیر کو جایا کریں گے یا دفتر جایا کریں گے۔ تو یہ عبادت نہیں لیکن اگر آپ نے اس لئے خریدی کہ مسجد دُور ہے۔ نماز باجماعت میں شامل ہو سکوں گا۔ یا تبلیغ کے لئے جایا کریں گے تو یہ عبادت ہے۔ یہ عبادت کا اسلامی تصور ہے اور اگر ہمارا ہر کام خدا کے لئے ہو جائے۔ اور یہ موقوف ہے نیت پر تو یہ عبادت بن جائے گا۔ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ ایک صحابی کے گھر تشریف لے گئے۔ آپ نے گھر میں کھڑکی دیکھ کر تربیت کے لئے اسے پوچھا یہ کھڑکی کس لئے رکھی ہے؟ اس صحابی نے جواب دیا۔ تا ہوا آیا کرے۔ فرمایا اگر تم اس نیت سے رکھتے کہ

اذان کی آواز سنا کروں گا تو یہ سارا ثواب ہوتا ہوا تو آہی جاتی تھی۔ تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے جو تصور عبادت کا دیا وہ سب سے نرالا اور سب سے آسان ہے۔ صرف نیت کی تبدیلی کی ضرورت ہے کہ ہمارا ارادہ خدا کے حکم کی تعمیل اور اس کی خوشنودی ہو۔

عبادت کی اقسام

عبادت کی اسلام میں مختلف صورتیں ہیں ایک مقررہ اوقات میں مخصوص طریق ہے جیسے نماز کہ اس کے لئے اوقات مقرر ہیں۔ طریق مقرر ہے۔ شرائط ہیں کہ وضو کرکے اس ہیئت میں ہم مخصوص الفاظ یا مناجات کو دہرائیں۔ اور یہ بعض اوقات میں منع بھی ہے۔ مثلاً صبح کی نماز کے بعد سورج طلوع ہونے تک اور عین دوپہر کے وقت اور عصر کی نماز کے بعد غروب شمس تک لیکن ذکر الٰہی یعنی خدا کو یاد کرنا اس کی تسبیح و تقدیس، استغفار اس کی صفات کا ورد یہ ہر وقت ہوسکتا ہے۔ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم دعویٔ نبوت سے بھی قبل کئی کئی دن گھر سے باہر غار حرا میں جاکر اللہ تعالےٰ کی ذات و صفات پر غور فرماتے اس کے نام کا ورد کرتے۔ خدا کی تقدیر اس عبادت کے نتیجہ میں آپ کا مزکی دل انوار خداوندی کا مہبط بن گیا۔ آپکے سیرت و سوانح نگاروں نے آپ کی ہر دعا کو بھی محفوظ کیا۔ آپ کی زوجہ محترمہ حضرت عائشہ رض جو نہایت علمی ذوق رکھتی تھیں اور نہایت ہی ذہین اور نقطہ رس تھیں۔ وہ فرماتی ہیں آپ ہر وقت خدا کا ذکر کرتے تھے۔ آپ کی زبان ہمیشہ ذکر الٰہی سے تر رہتی تھی۔ آپ سوتے وقت پہلو بدلتے وقت، بیدار ہوتے وقت۔ وضو یا غسل کرتے وقت، لباس بدلتے وقت، گھر سے باہر جاتے وقت، گھر آتے وقت، مسجد میں داخل ہوتے وقت، مسجد سے نکلتے وقت، سواری پر چڑھتے وقت۔ بلندی پر چڑھتے وقت، نئے چاند کو دیکھتے وقت، ہوا کی تیزی کے وقت۔ بارش کے نزول کے وقت۔ نیا پھل ملتے وقت، بیت الخلاء کو جاتے وقت، بیت الخلاء سے نکلتے وقت، دودھ پیتے وقت، کسی بستی میں داخل ہوتے وقت مخصوص دعائیں پڑھتے۔ جو سب احادیث میں منضبط ہیں۔ ان سے پتہ چلتا ہے کہ خدا کا یہ پیغمبر ہر آن خدا کی یاد میں محو رہتا تھا۔ ہر انقلاب، رات و دن کی تبدیلی۔ سورج و چاند کا گرہن بہار و خزاں کی آمد میں خدائی تقدیر ہی نظر آتی تھی۔ کیا کسی نبی نے ان مواقع کے لئے مخصوص دعائیں بتلائیں یا کیں۔ اسی لئے آپ کے شدید دشمن بھی پکار اٹھے تھے کہ محمد اپنے خدا پر عاشق ہوگیا۔

حضور کی عبادت کی کیفیت

انسان دن بھر کام کاج کے بعد رات کو تھک کر چور ہوکر بستر پر چلا جاتا ہے۔ اور پھر اعصاب کی تسکین کی خاطر طاقت کی بحالی کے لئے وہ گہری نیند سوتا ہے لیکن حضور کی نیند کا بھی یہ حال تھا کہ آپ فرماتے تھے نیند میں بھی میرا جسم تو بے شک سوتا ہے لیکن روح بیدار رہتی ہے۔ اور آپ کی کیفیت یہ تھی کہ ہر پہلو بدلنے پر آپ کی زبان پر خدا اور اس کی مناجات ہوتیں۔ وہ راتوں کی تنہائیوں میں خدا کے حضور کھڑے ہو جاتے جس وقت دنیا والے آرام کر رہے ہوتے۔ خدا کا رسول اپنے محبوب کو پکارتا اس سے التجائیں کرتا

آپ کی محبوب بیوی عائشہؓ فرماتی ہیں۔ ایک رات میرے

بار حضور کی باری تھی۔ دیا بجھ چکا تھا۔ میری جو آنکھ کھلی تو میں نے بستر جو ٹٹولا تو آپؐ بستر پر نہ تھے میں گھبرائی باہر صحن میں نکلی۔ تو حضور سجدہ میں پڑے یہ کہہ رہے تھے۔ اے میرے پروردگار میری روح اور دل تیرے حضور سجدہ ریز ہوگئے ہیں۔ کبھی رات کی تنہائیوں میں جب ہر طرف ہُو کا عالم ہوتا مُردوں کی آرام گاہ یعنی قبرستان میں چلے جاتے اور دعائیں کرتے۔

حدیث میں آیا ایک صحابی کہتے ہیں ایک رات مجھے آپ کے ساتھ تہجد پڑھنے کی سعادت نصیب ہوئی تو میں نے دیکھا حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک رکعت میں ساڑھے پانچ پارے کے قریب پڑھے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں جوان تھا لیکن میری ٹانگیں لڑکھڑانے لگیں۔ ایک بار آپؐ ساری رات قرآن مجید کی ایک آیت کو دہراتے رہے۔ اور وہ آیت یہ تھی۔ اے اللہ اگر تو ان کو عذاب دے گا تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو بخش دے تو تُو غالب اور حکمتوں والا ہے۔ یہ آیت جو حضرت مسیحؑ کی دعا ہے قرآن میں منقول ہے۔ آپ رات بھر پڑھتے رہے۔ اور خدا سے امت کے لئے دعائیں کرتے رہے رات بھر خدا کا رسول امت کے لئے خدا سے دعائیں کرتا رہا۔ میرے پروردگار امت کے اس محسن باپ پر جس نے ہمارے لئے آنسو بہائے۔ جو راتوں کو ہمارے لئے جاگا۔ ذوالعرش! اس کی روح پر جب تک یہ دنیا قائم ہے۔ اور اس کے بعد بھی تا ابد رحمتیں نازل فرما۔ (آمین یارب العالمین)

رمضان کے مہینہ کی آمد ہوتی تو آپ عبادت کے لئے کمر کس لیتے۔ کبھی آپؐ نے یہ بھی کیا سحری نہ کھائی اور مسلسل روزہ رکھا صحابہ نے بھی آپؐ کی اقتداء میں ایسا کرنا شروع کیا تو آپ نے ازراہِ شفقت فرمایا ایسا نہ کرو میرے خدا کا معاملہ مجھ سے الگ ہے۔ وہ مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔ سب کے ساتھ خدا کا یہ معاملہ نہیں ہوتا۔ رمضان کے آخری دس دن آپ بیوی بچوں سے الگ ہو کر مسجد میں چادریں تان کر بیٹھ جاتے اور یہ دن ذکر الٰہی دعاؤں اور تلاوت قرآن میں گزارتے۔ وفات سے پہلے والے رمضان میں دس نہیں آپ بیس دن مسجد میں ذکر الٰہی میں مصروف رہے تھے۔ اسے اسلامی اصطلاح میں اعتکاف کہتے ہیں۔

رمضان کے روزے تو فرض یعنی ہر مسلمان کے لئے ضروری ہیں۔ آپ ان کے علاوہ ہر ماہ میں تین نفلی روزے رکھتے کہ اللہ کے ہاں ہر نیکی کا اجر دس گنا ہے اور تین روزوں کا مطلب ہوا مہینہ بھر کے روزے ہوگئے۔ اس کے بعد شوال جو رمضان کے بعد مہینہ آتا ہے اس کے آغاز میں چھ روزے آپؐ رکھتے۔ اسی طرح محرم کے دس دن روزہ رکھتے۔ روزہ کی غرض خدا کی خاطر بھوکے اور پیاسے رہ کر خدا کی یاد سے دل کو آباد کرنا اور قلب کی تطہیر ہے۔ آپ فرماتے تھے۔ روزہ گناہ سے بچنے کے لئے بطور ڈھال کے ہے۔ اور روزہ کے بدلہ میں انسان کو خدا ملتا ہے۔ عبادت اور ذکر الٰہی کا اندازہ اس سے بخوبی ہو سکتا ہے۔ کہ مرض الموت میں ایک دن باری باری سات مشکیزے اپنے اوپر پانی کے ڈلوائے اور نماز کے لئے تشریف لے گئے۔ کیفیت یہ تھی کہ دو صحابہؓ کے کندھوں پر آپ کے ہاتھ تھے اور پاؤں زمین پر گھسٹتے جاتے تھے۔ اللہ اللہ! یہ نمونہ کیا کہیں نظر آتا تھا۔ اور آخری الفاظ جو آپ کی زبان پر تھے وہ یہ تھے۔ اے اللہ بلند و برتر ساتھی۔ اے اللہ

بلند ہو رہی تھی۔ اور ہاتھ آسمان کی طرف تھا۔ یہ کہتے کہتے ہاتھ ڈھلک گیا۔ اور خدا کا پیارا بندہ اسے یاد کرتا کرتا اس کے پاس پہنچ گیا۔

اپنے پروردگار کی یاد آپ کی روح کی غذا تھی لوگ اولاد کو آنکھوں کی ٹھنڈک کہتے ہیں لیکن وہ فرماتے تھے میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔ اسے رات کو بیوی کے گرم بستر میں نہیں زمین پر سجدہ ریز ہونے میں سکون ملتا تھا اور جب وہ خدا تعالیٰ کا عابد جبین خاک پر رکھ کر اپنے محبوب کو یاد کرتا تھا تو پیشانی ہی خاک آلود نہیں ہوتی اس کی روح بھی گداز ہو کر آستانہ الوہیت پر بہہ پڑتی تھی اور وہ یہ کہتے سنائی دیتے تھے۔ میری روح اور میرا دل تیرے حضور جھک گئے۔ اور پروردگار نے اپنے در پر انتہائی جھکنے والے کو انتہائی فضلوں، نعمتوں اور عظمتوں سے ہمکنار کیا۔ وہ حقیقی عبد تھے۔ انہوں نے خدا کے نقوش کو قبول کیا تبھی آپ کے وجود کے ذریعہ خدا ظاہر ہوا۔ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ جب لوہا انتہائی آگ میں پڑتا ہے تو خود انگارہ بن جاتا ہے۔ اس پیغمبر خدا نے خدا میں فنا ہو کر اس کے ہر نقش کو قبول کیا۔ تبھی خدا کی قدرتیں اس کے ذریعہ ظاہر ہوئیں۔ اس کی دعا سے بادل برسے آندھیاں آگئیں۔ قحط سالی دور ہوئی۔ اس کی دعا کی برکت سے عمروں میں غیر معمولی برکت ہوئی اس کی بد دعاؤں سے دشمنوں نے موت کا پیالہ پیا۔ اس کی تفصیل تاریخ و سیرت کی کتب میں محفوظ ہے۔

زہد کا اسلامی تصور

زہد کے معنی چھوڑنا بے رغبتی اور عبادت کے لئے علیحدگی حاصل کرنے کے ہیں۔ حدیث میں زہد کا مفہوم خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بیان فرما دیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ زہد یہ نہیں ہے کہ حلال چیز کو حرام قرار دے دے یا مال کو ضائع کر دے۔ مثلاً گھر بار کو آگ لگا دے اور لنگوٹی باندھ کر جنگل میں چلا جائے۔ دنیا کی ذمہ داریوں سے الگ ہونا تو فرار ہے۔ ہاں دنیا کے اندر رہ کر دنیا سے دل نہ لگائے۔ یہ زہد ہے۔ دنیا، دین کے راہ میں حائل نہ ہو۔ دین کی طرف جائے تو دنیا اس کے پاؤں نہ تھامے۔ یہ زہد ہے ان تمام رکاوٹوں بندھنوں اور تعلقوں کو چھوڑ کر خدا کے لئے کھڑا ہو جائے۔ یہ زہد ہے۔ دنیا کی محبت اور علائق ترک کر دینا زہد کہلاتا ہے۔ اسلام میں رہبانیت کا تصور نہیں ہے۔ سادھو اور فقیر خاک مل کر رنگدار کپڑے پہن کر نہیں بنتا۔ بلکہ دل کو پاک و صاف کرنے سے بنتا ہے۔ دل کو خدا کی محبت سے رنگنے سے۔ خدا کا رنگ اختیار کرنے سے خدا حاصل ہوتا ہے۔

حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا زہد

اور دیکھئے حضور کا اس بارے میں نمونہ یا سیرت کیا تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو فتوحات سے نوازا۔ آپ کے سامنے سونے چاندی کے انبار لگ گئے۔ لیکن خدا کے برگزیدہ رسول کا کاشانہ

کیا دنیاوی سامان سے پُر ہوا یا وہی خدا کا ہی نام تھا وہاں۔ مدنی زندگی جو فتوحات کی زندگی تھی۔ اس میں ایک بار حضرت عمرؓ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپؐ ننگی چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے۔ جسم پر نشان پڑ گئے تھے۔ کمرے میں چند مٹھی جَو اور ایک آدھ کھال تھی۔ حضرت عمرؓ نے یہ کیفیت دیکھی تو رو پڑے۔ حضورؐ نے وجہ پوچھی تو عرض کیا۔ یا رسول اللہ قیصر و کسریٰ اس آسودگی سے رہیں اور خدا کے رسول کی یہ معیشت۔ فرمایا عمر دنیا میں اس طرح رہ جس طرح ایک مسافر یا اجنبی۔ سامان کی فراوانی مسافر کے لئے بوجھ اور مسئلہ بن جاتی ہے کثرت بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک امتحان ہوتا ہے۔ یہ بیڑیاں اور ہتھکڑیاں ہیں کہ ان کو توڑ کر چھوڑ کر ان علائق کو ترک کر کے خدا کی طرف بندہ کیسے آتا ہے۔ اگر دنیا میں پھنس کر دنیا کا ہو گیا۔ تو امتحان میں فیل ہو گیا۔ اور عبادت و زہد کے دعوے ہوا ہو گئے۔

جب فتوحات ہوئیں سونا۔ چاندی آیا تو بعض ازواج مطہرات نے زیورات کا مطالبہ کیا۔ قرآن کی آیات نازل ہوئیں۔ اے نبی ان کو کہہ دے۔ اے نبی کی بیویو! اگر دنیا اور اس کا سامان لینا چاہتی ہو۔ تو آؤ میں دے دوں۔ لیکن پھر میرا اور تمہارا سفر الگ الگ ہو جائے گا۔ تارک دنیا محمد۔ زاہد پیغمبر تمہارے ساتھ نہیں رہ سکے گا۔

ایک بار آپؐ گھر میں نماز پڑھ رہے تھے۔ کسی پردے پر نظر پڑ گئی۔ نماز میں خلل محسوس فرمایا تو ارشاد ہوا پردے اتار دو۔ میری توجہ میں خلل پیدا ہوا

یہ زہد ہے کہ دنیاوی آسائش اور زینت ہماری توجہ خدا سے نہ ہٹا سکیں۔ جنگ بدر میں قیدی آئے۔ اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ذاتی کیلئے اصحاب میں تقسیم کر دیئے۔ حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہ حضور کی نورِ نظر اور پیاری بیٹی کو بھجوایا۔ فاطمہ جاؤ تم بھی گھر کے کام کاج کے لئے کوئی غلام لے آؤ۔ حضرت فاطمہؓ ابا کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ عرض کیا ابا چکی پیس پیس کر ہاتھوں میں گٹے پڑ گئے۔ مشکیزہ اٹھا اٹھا کر کمر پہ نشان پڑ گیا۔ جھاڑو دے دے کر کپڑے میلے ہو جاتے ہیں۔ مجھے بھی بدر کا کوئی قیدی عطا ہو۔ فرمایا جان پدر وہ تو تم سے پہلے مستحق لوگ لے گئے۔ میں تمہیں اس سے اچھی ایک بات بتلاتا ہوں۔ سوتے وقت گیارہ دفعہ اللہ اکبر۔ گیارہ دفعہ الحمد للہ۔ گیارہ دفعہ سبحان اللہ پڑھ لیا کر۔

یہ تھا میرا آقا زاہد کہ دنیا جس کے دامن کو آلودہ نہ کر سکی۔ دنیا جس کے دامن کو تھام کر اپنی طرف نہ کھینچ سکی۔

واخر دعونا ان الحمد للہ رب العالمین

ولادت

مکرم ملک مظفر احمد خان صاحب احمد جنرل سٹور کراچی کو اللہ تعالے نے دو بچیوں کے بعد لڑکا عطا فرمایا ہے۔ احباب کی خدمت میں درخواست ہے کہ احباب نومولود کی درازیٔ عمر اور خادم دین بننے کے لئے دعا فرماویں۔

(ادارہ)

تہنیت نامہ

— (از محترم چوہدری شبیر احمد صاحب) —

عزیزم مکرم عطاء الرحیم صاحب ٹیچر سیرالیون ابن محترم مولانا ابوالعطاء صاحب کو اللہ تعالیٰ نے تیسرا فرزند عطا فرمایا ہے۔ ارتجالاً دو شعر ہو گئے ہیں۔

آیا ہے سیرالیون سے پیغام جانفزا
ابن ابوالعطاء کو ہے بیٹا عطا ہوا
شبیر عرض کرتا ہے اس پر بصدق دل
مولانا ابوالعطاء کو مبارک ہو نافلہ

مفید اور موثر دوائیں
نُورِ کاجل
ربوہ کا مشہور عالم تحفہ
آنکھوں کی خوبصورتی اور صحت کیلئے نہایت مفید
خارش، پانی بہنا، پھٹی، ناخونہ، ضعف بصارت وغیرہ
امراض چشم کے لئے نہایت ہی مفید ہے۔ عرصہ ۲۰ سال
سے استعمال میں ہے۔ خشک و تر فی شیشی سوا روپیہ
تریاقِ اٹھرا
اٹھرا کے علاج کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی
بہترین تجویز جو نہایت اعلیٰ اجزا کے ساتھ پیش کی جا رہی ہے
اٹھرا بچوں کا مُردہ پیدا ہونا پیدا ہونے کے بعد جلد فوت
ہو جانا۔ چھوٹی عمر میں فوت ہو جانا یا لاغر ہونا۔ ان تمام
امراض کا بہترین علاج ہے۔ قیمت ۱۵ روپے
خورشید یونانی دواخانہ رجسٹرڈ گول بازار ربوہ فون نمبر ۵۳۸
الفردوس
انارکلی میں
لیڈیز کپڑے کیلئے آپ کی اپنی دکان ہے
الفردوس ۸۵ انارکلی لاہور

وصایا

مسل نمبر ۲۱۸۳۵ میں محمد انور ولد شیر محمد صاحب قوم راجپوت چوہان پیشہ ملازمت عمر ۲۶ سال بیعت پیدائشی احمدی ساکن دھدو ویسرا ضلع سیالکوٹ حال کراچی بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۸ ⁄ ۵ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری جائیداد اس وقت کوئی نہیں میرا گذارہ ماہوار آمد پر ہے جو اس وقت -/۲۰۰ روپے ہے۔ میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا جو بھی ہوگی ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ کرتا ہوں اور اگر کوئی جائیداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی اطلاع مجلس کارپرداز کو کردی جائے گی اور اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی نیز میری وفات پر میرا جو ترکہ ثابت ہو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر وصیت سے نافذ فرمائی جائے۔ العبد۔ محمد انور ولد شیر محمد صاحب ساکن دھدو ویسرا تحصیل و ضلع سیالکوٹ حال کراچی۔ گواہ شد۔ بشارت احمد چوہدری ولد حافظ عبد العزیز صاحب بہادر یار جنگ لائبریری کراچی۔ گواہ شد۔ شریف احمد سیکرٹری مال برہانی کراچی۔

مسل نمبر ۲۱۸۳۶ میں منظور احمد بھٹی ولد الٰہی بخش صاحب قوم بھٹی پیشہ تجارت عمر ۴۳ سال ساکن کراچی ضلع کراچی بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۶ ⁄ ۴ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری جائیداد اس وقت کوئی نہیں۔ میرا گذارہ ماہوار آمد پر ہے جو اس وقت -/۴۲۰ روپے ہے۔ میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا جو بھی ہوگی ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ کرتا ہوں اور اگر کوئی جائیداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی اطلاع مجلس کارپرداز کو کردی جائے گی۔ اور اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی نیز میری وفات پر میرا جو ترکہ ثابت ہو۔ اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ہوگی میری یہ وصیت تاریخ تحریر وصیت سے نافذ فرمائی جائے۔ العبد۔ منظور احمد بھٹی میران پیر لین گلی نمبر ۲۔ کراچی نمبر ۱۔ گواہ شد۔ محمد عنایت قریشی ولد عباس علی خان قریشی حلقہ ناظم آباد کراچی۔ گواہ شد۔ نجیب احمد بھٹی ولد عبید اللہ صاحب بھٹی ہیڈ پوسٹ آفس کراچی نمبر ۲۔

مسل نمبر ۲۱۸۳۷ میں محمد ظفر اقبال ہاشمی ولد سید علی صاحب ہاشمی قوم ہاشمی پیشہ ملازمت عمر ۳۸ سال پیدائشی احمدی ساکن چک چہور ۱۱۷ ضلع شیخوپورہ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۸ ⁄ ۴ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری موجودہ جائیداد حسب ذیل ہے نقد مبلغ -/۱۰۰۰ روپے۔ میں اپنی مندرجہ بالا جائیداد کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ کرتا ہوں۔ اگر اس کے بعد کوئی جائیداد یا آمد پیدا کروں تو اس کی اطلاع مجلس کارپرداز کو کردی جائے گی اور اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی نیز میری وفات پر میرا جو ترکہ ثابت ہو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ہوگی۔ اس وقت مجھے -/۱۰۰۰ روپے ماہوار آمد بصورت ملازمت ہے۔ میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا جو بھی ہوگی ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ کرتا رہوں گا۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے منظور فرمائی جائے۔ العبد۔ محمد ظفر اقبال ہاشمی چک چہور ۱۱۷ ضلع شیخوپورہ حال کراچی۔ گواہ شد۔ بشیر احمد وصیت نمبر ۵۰۰۵ ؍ سیکٹر ۳۸ سائٹ کراچی ۳۸۔ گواہ شد۔ مبارک احمد شاہ سیکرٹری وصایا۔ کراچی۔

مسل نمبر ۲۱۸۳۸ میں ملک محمد نواز ولد ملک نور الدین صاحب قوم ونجہی پیشہ ملازمت عمر ۵۲ سال بیعت ۱۹۵۵ء ساکن کورنگی کراچی ضلع کراچی بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۵ ⁄ ۴ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری جائیداد اس وقت کوئی نہیں میرا گذارہ ماہوار آمد پر ہے جو اس وقت -/۲۵۵ روپے ہے۔ میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا جو بھی ہوگی ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ کرتا ہوں اور اگر کوئی جائیداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی اطلاع مجلس کارپرداز کو کردی جائے گی۔ اور اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی نیز میری وفات پر میرا جو ترکہ ثابت ہو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ہوگی میری یہ وصیت تاریخ تحریر وصیت سے نافذ فرمائی جائے۔ العبد۔ ملک محمد نواز مکان نمبر ۱۲۷/۸۰-K کورنگی۔ کراچی۔ گواہ شد۔ خواجہ عبد الوکیل سیکرٹری رشتہ ناطہ حلقہ لانڈھی۔ کورنگی۔ کراچی۔ گواہ شد۔ مرزا فضل الرحمٰن ولد مرزا برکت علی صاحب پریذیڈنٹ حلقہ لانڈھی۔ کورنگی۔ کراچی۔

مسل نمبر ۲۱۸۴۰ ۔ میں میاں عبدالستار جنجوعہ ولد میاں اللہ دتہ جنجوعہ قوم جنجوعہ پیشہ خادم مسجد عمر ۷۵ سال پیدائشی احمدی ساکن ترگڑی ضلع گوجرانوالہ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۰/۴ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری موجودہ جائیداد حسب ذیل ہے۔ نقد رقم مبلغ ۱۰۰۰/- روپے۔ میں اپنی مندرجہ بالا جائداد کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ کرتا ہوں۔ اگر اس کے بعد کوئی جائداد یا آمد پیدا کروں تو اس کی اطلاع مجلس کارپرداز کو کر دی جائے گی۔ اور اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی نیز میری وفات پر میرا جو ترکہ ثابت ہو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ہوگی۔ اس وقت مجھے ۲۵/- روپے ماہوار آمد بصورت وظیفہ جماعت ہے میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا جو بھی ہوگی ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ کرتا رہوں گا۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے منظور فرمائی جائے۔ العبد میاں عبدالستار جنجوعہ مسجد احمدیہ ترگڑی ضلع گوجرانوالہ۔ گواہ شد محمد افضل میر صدر موصیان ترگڑی ضلع گوجرانوالہ۔ گواہ شد عبدالستار خان مربی جماعت احمدیہ ترگڑی ضلع گوجرانوالہ۔

مسل نمبر ۲۱۸۴۱ ۔ میں سردار محمد اسلم خان ولد سردار عبدالستار خان صاحب قوم بلوچ پیشہ ملازمت عمر ۲۹ سال پیدائشی احمدی ساکن چاہ کردڑ والی ضلع سرگودھا حال نگر پارکر سندھ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۷/۱۰ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری جائداد اس وقت کوئی نہیں میرا گزارہ ماہوار آمد پر ہے جو اس وقت ۱۴۳/- روپے ہے۔ میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا جو بھی ہوگی ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ کرتا ہوں اور اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی اطلاع مجلس کارپرداز کو کر دی جائے گی۔ اور اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ نیز میری وفات پر میرا جو ترکہ ثابت ہو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر وصیت سے نافذ فرمائی جائے۔ العبد سردار محمد اسلم خان معلم وقف جدید نگر پارکر ضلع تھرپارکر سندھ۔ گواہ شد محمد اشرف ناصر شاہد رئیس المعلمین حلقہ تھر نگر پارکر سندھ۔ گواہ شد محمود احمد منیق ولد امام الدین صاحب وصیت نمبر ۹۵۰۹، معلم وقف جدید نگر پارکر سندھ

مسل نمبر ۲۱۸۴۴ ۔ میں محمد صدیق احمد ولد چوہدری نور احمد صاحب مرحوم قوم ارائیں پیشہ ملازمت عمر ۲۳ سال پیدائشی احمدی ساکن نگر پارکر ضلع تھرپارکر سندھ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۴/۱۲ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں میری جائداد اس وقت کوئی نہیں۔ میرا گزارہ ماہوار آمد پر ہے جو اس وقت ۱۴۰/- روپے ہے۔ میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا جو بھی ہوگی ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ کرتا ہوں اور اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی اطلاع مجلس کارپرداز کو کر دی جائے گی۔ اور اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی نیز میری وفات پر میرا جو ترکہ ثابت ہو اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر وصیت سے نافذ فرمائی جائے۔ العبد محمد صدیق احمد معلم وقف جدید احمدیہ مسلم مشن نگر پارکر سندھ۔ گواہ شد محمد اشرف ناصر شاہد رئیس المعلمین حلقہ تھر نگر پارکر سندھ۔ گواہ شد منیر احمد محمود ولد چوہدری محمد عزیز الدین صاحب معلم وقف جدید ضلع تھرپارکر سندھ

مسل نمبر ۲۱۸۴۵ ۔ میں قریشی غلام رسول ولد حکیم مولوی فضل الدین صاحب قوم قریشی پیشہ تجارت معمولی عمر ۵۹ سال پیدائشی احمدی ساکن ترگڑی ضلع گوجرانوالہ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۰/۴ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں میری موجودہ جائیداد حسب ذیل ہے۔ زمین سکنی رقبہ ۷ مرلہ واقعہ تتو منڈی ترگڑی گوجرانوالہ مالیتی ۲۰۰۰/- روپے۔ میں اپنی مندرجہ بالا جائداد کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ کرتا ہوں اگر اس کے بعد کوئی جائداد یا آمد پیدا کروں تو اس کی اطلاع مجلس کارپرداز کو کر دی جائے گی۔ اور اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ نیز میری وفات پر میرا جو ترکہ ثابت ہو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ہوگی۔ اس وقت مجھے مبلغ ۵۰/- روپے ماہوار آمد بصورت تجارت معمولی ہے میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا جو بھی ہوگی ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ کرتا رہوں گا۔ میری یہ وصیت تاریخ منظوری سے منظور فرمائی جائے۔ العبد قریشی غلام رسول ساکن ترگڑی حال قصر خلافت دارالصدر غربی ربوہ۔ گواہ شد بشیر احمد طارق سیکرٹری تحریک جدید ڈسکہ ضلع سیالکوٹ۔ گواہ شد رحمان الحق سیکرٹری مال ڈسکہ ضلع سیالکوٹ۔

مکتبہ الفرقان کی کتابیں

۱۔ **نبراس المومنین** ۔ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کی احادیث کا انتخاب ہے سو احادیث نبویہ عقائد و اعمال کے بارے میں سلیس اردو ترجمہ اور تشریح کے ساتھ طبع شدہ مجموعہ ہے۔ قیمت پچاس پیسے صرف

۲۔ **تحریری مناظرہ** ۔ مشہور پادری عبدالحق صاحب سے الوہیت مسیح کے بارے میں تحریری مناظرہ ہے۔ قابل مطالعہ ہے۔ قیمت ایک روپیہ پچاس پیسے۔

۳۔ **بہائی شریعت پر تبصرہ** ۔ بہاء اللہ بانی بہائیت کی خود ساختہ شریعت "الاقدس" کو اصل الفاظ مع اردو ترجمہ اور عقائد بہائیہ پر مختصر تبصرہ طبع ہوا ہے قیمت ایک روپیہ پچاس پیسے

۴۔ **القول المبین فی تفسیر خاتم النبیین** ۔ جناب سید ابو الاعلیٰ صاحب مودودی کی کتاب "ختم نبوت" کا مکمل جواب ہے۔ صرف چند نسخے باقی ہیں۔ صفحات ۲۵۰ ہیں۔ قیمت دو روپے

۵۔ **مناظرہ مہت پور** ۔ شیعہ عالم مرزا یوسف حسین صاحب سے مندرجہ ذیل چار مضامین پر تحریری مناظرہ ہے:۔

(۱) صداقت دعویٰ حضرت مسیح موعود علیہ السلام (۲) متعۃ النساء
(۳) ختم نبوت کی حقیقت (۴) تعزیہ

سفید کاغذ پر بڑے سائز پر ۲۴۰ صفحات کی کتاب ہے۔ قیمت دو روپے

۶۔ **کلمۃ الیقین** ۔ مسئلہ ختم نبوت کی مختصر مگر مدلّل تشریح۔ قیمت بارہ پیسے

۷۔ **مباحثہ مصر** (انگریزی) عیسائی پادریوں کے ساتھ قاہرہ میں ہوا تھا۔ قیمت سوا دو روپے

۸۔ **حضرت مسیح صلیب پر فوت نہیں ہوئے** ۔ عیسائیوں کے عقیدہ صلیبی موت کی خود اناجیل سے تردید کی گئی ہے۔ قیمت ۲۵ پیسے۔

۹۔ ماہنامہ **الفرقان** کے گزشتہ برسوں کے پرانے عام متفرق رسالہ جات ہر رسالہ کی قیمت مقررہ قیمت پچاس پیسے ہے۔

۱۰۔ ماہنامہ **الفرقان** کے پرانے متفرق خاص نمبرز۔ ہر نمبر سابقہ مقررہ قیمت پر مل سکے گا

۱۱۔ ماہنامہ **الفرقان** کی مکمل جلدیں۔ چند سالوں کی مکمل جلدیں جو دستیاب ہیں۔ ہر سال کا مکمل فائل قیمت ۱۵ روپے

نوٹ:۔ محصولڈاک ہر حال میں بذمہ خریدار رہے گا۔

مینجر الفرقان ربوہ

طابع و ناشر:۔ ابو العطاء جالندھری۔ پرنٹر:۔ سید عبدالحیٔ۔ مطبع: ضیاء الاسلام پریس ربوہ۔ مقام اشاعت: دفتر ماہنامہ الفرقان ربوہ

Monthly AL-FURQAN Rabwah

ماہنامہ "الفرقان" اور احباب کا فرض

● **حضرت امام جماعت احمدیہ خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ کا ارشاد :-**

"میرے نزدیک الفرقان جیسا علمی رسالہ تیس چالیس ہزار بلکہ ایک لاکھ تک چھپنا چاہیئے اور اس کی بہت وسیع اشاعت ہونی چاہیئے" (الفضل ۵ جنوری [illegible])

● **حضرت میرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :-**

"رسالہ الفرقان بہت عمدہ اور قابل قدر رسالہ ہے اور اس قابل ہے کہ اس کی اشاعت زیادہ سے زیادہ وسیع ہو کیونکہ اس میں تحقیقی اور علمی مضامین چھپتے ہیں۔ اور قرآن کے محاسن پر بہت عمدہ طریق پر بحث کی جاتی ہے۔ ایک طرح سے یہ رسالہ اس غرض و غایت کو پورا کر رہا ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مد نظر رسالہ ریویو آف ریلیجنز اردو ایڈیشن کے جاری کرنے میں تھی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی یہ خواہش بڑی گہری اور خدا کی پیدا کردہ آرزو پر مبنی ہے کہ اگر ایسے رسالہ کی اشاعت ایک لاکھ بھی ہو تو پھر بھی دنیا کی موجودہ ضرورت کے لحاظ سے کم ہے۔ پس مخیر اور مستطیع احمدی اصحاب کو یہ رسالہ نہ صرف زیادہ سے زیادہ تعداد میں خود خریدنا چاہیئے بلکہ اپنی طرف سے نیک دل اور سچائی کی تڑپ رکھنے والے غیر احمدی اور غیر مسلم اصحاب کے نام بھی جاری کرانا چاہیئے تا اس رسالہ کی غرض و غایت بصورت احسن پوری ہو اور اسلام کا آفتاب عالمتاب اپنی پوری شان کے ساتھ ساری دنیا کو اپنے نور سے منور کرے۔ (خاکسار مرزا بشیر احمد ربوہ [illegible])"

(الفضل [illegible])

مینیجر الفرقان ربوہ